ڈیڈیکیشن

ان چند اوراق کا تہدیہ جدید تعلیم یافتہ
جماعت کے نام پر عموماً اور طلباء سابق و
حال محمدن کالج علی گڈہ کے نام پر خصوصاً
کیا جاتا ھی *

خادم
موسی

مشرف منزل، علی گڈہ:
یکم اپریل سنہ ۱۹۱۲ ع

دیباچۂ اول

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جب سے میں نے اس مختصر رسالہ کو ختم کیا اور اب جبکہ یہہ ناظرین کے سامنے پیش ہورہا ہی ایک معقول مدت کا وقفہ درمیان میں گذر گیا ہی — ختم کرنے کے بعد فوراً یہہ رسالہ چھپنے کی غرض سے پریس میں بھیجدیا گیا تھا ، مگر کچھہ ایسے وجوہات پیش آتے رہے کہ محض اتفاقاً رسالہ کا چھپنا ملتوی ہوتا رہا ؛ اور اب یہہ نوبت پہنچی کہ یہہ رسالہ ناظرین کے ملاحظہ میں پیش ہونے کے قابل ہوا "کل امر مرہون باوقاتہا" — اس رسالہ کے دوسرے دیباچہ سے معلوم ہوجائے گا کہ جس زمانہ میں یہہ رسالہ لکھا گیا تھا اس زمانہ میں صرف مسلم یونیورسٹی ہی ایسا مسئلہ تھا کہ مسلمانان ہند اس کی جانب ہمہ تن مصروف تھے ، اور اسی جانب توجہ دلانا اُس دیباچہ میں بھی ضروری سمجھا گیا تھا *

گو اصلی رسالہ کے مضامین اس قسم کے ہیں کہ اگر چند سال پہلے لکھے جاتے یا چند سال بعد ناظرین کے سامنے پیش ہوں تو بھی اُن میں کسی قسم کا حرج واقع نہیں ہوسکتا ، لیکن اس میں جو ضمنی تذکرے آگئے ہیں یا اُس کا دیباچہ جن معاملات کی جانب قوم کو متوجہ کررہا ہی اُس کو دیکھتے ہوئے اگر یہہ رسالہ بغیر کسی دوسری تمہیدی تحریر کے ناظرین کے سامنے پیش ہوگا تو مولف پر قوم کے موجودہ حالات سے بے پروائی یا کم از کم ناواقف ہونے کا الزام لگایا جاسکتا ہی ۔ تالیف رسالہ کے ختم ہونے اور طبع ہوکر ناظرین کے ہاتھوں میں پہونچنے کے درمیان جو عرصہ گذرا ہی اُس میں مسلمان قوم پر دنیا میں جو واقعات گذر رہے ہیں وہ ایسے نہیں ہیں جن سے مولف ناواقف ہو یا جن کا اس کے دل پر اثر نہ ہو — مراکو کی تباہی ، ایران کی مصیبت ، مشہد مقدس کی بربادی ، تریپولی پر اٹلی کا دندان آز ، بلقانی اتحادی اور ترکوں کی جنگ ، یہہ ایسے اہم واقعات ہیں جنہوں

نے ہر ایک مسلمان کو (جس کے دل میں ذرا سا بھی احساس کا مادہ ہی) چار دانگ عالم میں پریشان کر رکھا ہی اور جن کو مسلمان اپنی قوم کی من حیث المجموع غلامی کا پیش خیمہ سمجھتے ہیں - اہل اسلام پر جو عام تباہی آئی ہوئی ہی اُس نے بعض سطحی خیال والوں میں یہہ وہم پیدا کردیا ہی کہ " اہل اسلام سے خدا ناراض ہی" یا " مذہب اسلام میں ایک کامیاب دنیوی زندگی برتنے کا مادہ مہیا نہیں کیا گیا "- مگر مذہب اسلام کے احکام پر غور کرنے سے ان سطحی خیالات کا بطلان ہوتا ہی اور صاف ثابت ہوجاتا ہی کہ اسلام کی بنا میں دنیا اور دین دونوں کی بھلائی پورے طور پر ملحوظ رکھی گئی ہی ' جیساکہ متن رسالہ سے اچھی طرح معلوم ہوسکتا ہی *

اسلام کی گذشتہ تاریخ پر غور کرنے سے ہم کو یہہ ثبوت مل جاتا ہی کہ اس مقدس مذہب کے غلاموں نے اہل اسلام کی دنیوی کامیابی کی ہر ایک براعظم میں دھوم ڈالدی تھی — یہاں پہونچ کر معترض کی جانب سے یہہ سوال ہوسکتا ہی کہ دنیا کے مسلمانوں کی موجودہ نکبت اور ادبار کی پھر کیا وجہ ہی ؟ اس کا صرف یہی جواب ہی کہ آج کل کے مسلمان خواہ وہ ہندوستان میں ہوں یا مصر میں ' ترکی میں ہوں یا امریکہ میں صرف نام کے مسلمان ہیں — ارکان اسلام کی پابندی (جو دنیوی ترقی کی کنجی ہی اور قرون اولی کے مسلمانوں نے جس کے ذریعہ سے ربع مسکوں میں تہلکہ ڈالدیا تھا) اُس کی جانب سے ہر ملک کے مسلمانوں میں انتہائی سستی چھائی ہوئی ہی - اداے فرائض کی جانب سے خود ہمارے رہنما اور لیڈر غافل ہو رہے ہیں — منہیات شرعیہ شیر مادر ہورہے ہیں ؛ دل میں کچھہ اور ظاہر میں کچھہ اور — اس سے کوئی مسلمان مشکل سے خالی ملیگا — جو لوگ قومی ادبار کا راگ گاتے ہیں ' جولوگ قوم کے بیدار کرنے کے لئے پلندوں کے پلندے کاغذ ' منوں روشنائی اور بے شمار قلم روزانہ صرف کرتے ہیں ' یہاں تک کہ جو لوگ منبروں پر بیٹھہ کر قال اللہ وقال الرسول سناتے ہیں ' اُن میں بھی اگر تلاش کی جائے ' تو مشکل سے ہزاروں میں ایک آدہ ہی ملیگا جو ظاہر اور باطن ' عملاً اور قولاً پورے طور پر مسلمان کہلانے کا مستحق ہو — غرض مسلمانوں کی موجودہ حالت سخت

مایوسی بخش هی جس کے واسطے ایک جداگانه رساله لکها جاسکتا هی — اگر خدا نے چاها تو اس پر بهی کسی دوسرے مستقل رساله میں کچهه عرض کرونگا — یہاں یہه مختصر کیفیت اس لئے لکهدی هی تاکه معلوم هوجائے که مسلمانوں کی موجوده نکبت و ادبار کا باعث اسلام کی تعلیم کا نقص نہیں هی ' بلکه اهل اسلام کی مذهب اسلام کی کامل تعلیم اور اُس پر عمل کی جانب سے غفلت مسلمانوں کی تباهی کا حقیقی سبب هی — خدا همارے حال پر رحم کرے اور مسلمانوں کو توفیق دے که اسلام کی مکمل تعلیم اور اُس پر عامل هونے کی طرف توجه کریں ' تاکه اُن کا موجوده ادبار اس دنیا میں رفع هو اور آئنده جہان میں خدا اور خدا کے رسول کے سامنے سرخرو هو کر پیش هوں — اور سب مسلمانوں کے طفیل میں خداے تعالی مجهے بهی عمل کی توفیق عطا فرمائے — وهو علی کل شی قدیر *

مشرف منزل ' علی گڈه :　　　　　　　　خادم

۲۱ مارچ ۱۹۱۳ ع　　　　　　　　موسی

دیباچۂ دوم

آج کل جبکہ مادی کشمکش نے مشرق سے مغرب تک اپنا قبضہ
کر رکھا ہے، جبکہ مادی اور دنیوی ترقی ہر قوم کا منشائے اصلی قرار
پا چکا ہے اور جبکہ بنی نوع انسان کا ایک جم غفیر تصویر کے صرف ایک
ہی رخ کی جلا کرنے اور اُس کو آراستہ کرنے میں ہمہ تن مصروف ہے،
ایسے نازک وقت میں مذہب جیسے روکھے سوکھے مضمون پر کچھ
لکھنا اور یہہ سمجھنا کہ اُس پر توجہ کی جائیگی ایسا خیال ہے جس
کو "محال وجنون" نہایت آسانی سے کہا جاسکتا ہے — بیشک
مادی ترقی بھی ایک ضروری چیز ہے اور اگر صفائی قلب کے ساتھہ اسکی
بھی کوشش کی جائے تو نہایت مفید ہو، مگر روحانی نگہداشت
کی جانب سے بالکل بے پروا ہوجانا کوئی عقلمندی کی علامت نہیں ہے—
کیا "انسان" صرف پیدایش سے قبر تک "انسان" رہتا ہے؟ کیا ایسی
اشرف المخلوقات کے وجود کی حقیقت صرف یہی پچاس سو سالہ
دنیاوی زندگی ہے؟ کیا وہ انسان جس کا یہہ دعوے ہے کہ "تمام موجودہ
کائنات قدرت میرے ہی واسطے ہے" صرف پچاس سو ہی برس کے
واسطے اس کائنات کو برتنے کے لیئے آتا ہے، اور بس اُس کے بعد
قطعی نابود ہو جاتا ہے؟ کیا انسان جیسی مفید مخلوق صرف اتنی ہی
قلیل مدت کے واسطے ہے جس کی قلت اور تمام کار خانہ قدرت کی
کثرت اور طوالت زمان میں باہمی کوئی اعدادی نسبت ہی نہیں دی
جاسکتی؟ یہہ سوالات ضرور عقلا کی توجہ کے قابل ہیں—اگر ان سوالات
کا جواب "ہاں" میں دیا جاے، تو زاہدان خشک کا یہہ فتویٰ کہ
پھر اس تھوڑی سی مدت کے واسطے یہہ مصروفیت کہ اپنے آپ کو مادی
ترقی کی کشمکش میں مبتلا کرکے پریشان کیا جاے فضول ہے، ضرور
قابل توجہ ہے— مگر نہیں—اگر غور کیا جاے تو تمام مذکورہ بالا سوالات
کا جواب صرف اثبات میں نہیں ہے — کیونکہ موجودات دنیا کی
حقیقت پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ فناے مطلق تو ایک بے معنی
لفظ ہے—تمام دنیا تبدیلی میں ضرور مصروف ہے اور اُس تبدیلی کے اثر سے

انسان بھی مستثنیٰ نہیں ہے کسی نامعلوم حالت سے تبدیل ہوکر دنیا میں انسان آتا ہے — ایک مدت تک یہاں کی تبدیلیوں (بچپن ، لڑکپن ، جوانی ، بڑھاپے) میں مبتلا رہکر ایک دوسری تبدیلی حاصل کرتا ہے جس کو کہا جاتا ہے کہ " انتقال " ہوگیا — اس دوران تبدیلی میں اُس کو مختلف مادی اشکال اختیار کرنی پڑتی ہیں — کہیں ملائم گورا سا چھوٹا بچہ ہوتا ہے ، پھر اُس کے اعضا نشو ونما پاتے ہیں ، پھر اُن میں اضمحلال شروع ہوتا ہے ، پھر وہ مٹی اور خاک میں مل جاتے ہیں ؛ مگر ایک چیز ہے جو ہمیشہ اُس کے ساتھہ رہتی ہے وہ کبھی جدا نہیں ہوتی ، چاہے وہ بچہ ہو ، جوان ہو ، بوڑھا ہو ، یا انتقال کر جائے — اُس خاص حالت کو روحانی حالت کہتے ہیں جس کی جانب سے دنیا میں ہمیشہ بے پروائی رہی ہے اور اب بھی ہے — جن لوگوں نے اسباب پر غور کیا ہے کہ پیدایش سے پہلے انسان کیا تھا اور اس دنیا میں آنے کے بعد کیا ہے اور موت کے بعد کیا ہوگا ؟ وہ اس نتیجہ پر پہونچے ہیں کہ جیسا اس دنیا کی فضا میں آکر اُس دنیا کی ترقی کی جانب سے غافل ہوجانا انسان کے حق میں مضر ہے ویسے ہی آیندہ بعد موت زندگی یا تبدیلی کی جانب سے اور اُس کے نتایج پر غور کرنے سے بے پروا ہوجانا کوئی عقلمندی نہیں ہے *

اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس میں دنیا اور آخرۃ دونوں کی بھلائی کے ذرایع بتائے گئے ہیں — مگر ملک اور قوم کی بدقسمتی سے اسلام کی نسبت عام خیال کرلیا گیا ہے کہ وہ بھی مثل بعض دوسرے مذاہب کے صرف روحانی ترتیب و تربیت کے واسطے ہے ، یا وہ بھی جدید خیالات کی رفتار کے مطابق فضول اور بیکار چیز ہے — آج کل کی اعلیٰ تعلیم کا (جس کو میں اس لیئے ناقص تعلیم کہونگا کہ اُس میں آخرۃ سے قریبا کچھہ سروکار ہی نہیں رکھا گیا اور جس میں مذہب اور اُس کی برکات کی جانب ذرا بھی توجہ نہیں ہے) یہہ اثر ہوا ہے کہ بہت سے تعلیم یافتہ مذہب کی جانب سے بے پروا ہوجاتے ہیں اور اس پر خیال بھی کرنا بیکار سمجھنے لگتے ہیں — عام طلبا کے ساتھہ ہی ان خیالات سے مسلمان طلبا بھی متاثر ہوتے ہیں ، کیونکہ آج کل کی یونیورسٹیوں کی خشک دنیوی تعلیم کے مختلف کورسوں کے رٹنے سے

ہمارے تعلیم یافتوں کو اتنی فرصت نہیں ملتی کہ دوران تعلیم میں مذہب کی جانب بھی متوجہ ہوں اور اس پر غور کریں *

ان حالات پر نظر کرکے سنہ ۱۹۰۰ ع کے آخری حصہ میں مجھکو خیال پیدا ہوا کہ مذہب اسلام کی دنیوی خوبیوں پر ایک مختصر رسالہ لکھا جائے تو غالبا مفید ہو۔ چنانچہ اس رسالہ کے چند حصے "محمڈن اینگلو اورینٹل کالج میگزین" (علی گڈہ) میں شایع ہوئے۔ اُس کے بعد یہہ سلسلہ کثرت مصروفیت کی وجہ سے منقطع ہوگیا ۔ پھر گذشتہ سال مراد آباد کے مشہور اخبار نیر اعظم نے انعامی مضامین کے مقابلہ کا اعلان شایع کیا جس میں ایک مسئلہ "اسلام اور اصول تمدن" بھی تھا ۔ میں نے اس مسئلہ پر مضمون لکھا جو اس مقابلہ میں اول رہا اور ۱۹ جنوری سنہ ۱۹۱۱ ع کے "نیر اعظم" میں شایع ہوا ۔ اس دوران میں اور بھی اکثر مذہب کے متعلق مضامین مختلف رسالوں اور اخباروں میں لکھتا رہا ؛ اور اب ان اوراق کے ذریعہ سے اپنے خیالات ایک مکمل لیکن مختصر رسالہ کی صورت میں ناظرین کے سامنے پیش کرتاہوں۔ گو یہہ مضمون ایک ضخیم کتاب کی صورت میں پیش ہوسکتا ہی، مگر اپنے تعلیم یافتہ بھائیوں اور زیر تعلیم عزیزوں کی کثرت مصروفیت کو خیال کرتے ہوئے میں سمجھتاہوں کہ بجائے ضخیم کتاب کے ایک مختصر رسالہ زیادہ مفید ہوگا ۔ اگر ناظرین نے توجہ کی تو ممکن ہی کہ آیندہ اس سے زیادہ ضخیم صورت میں اس مضمون پر کچھہ اور پیش کیا جاسکے *

اکثر تالیفات کو کسی بڑے امیر یا کسی بڑے عالم یا اُس فن سے کسی خاص دلچسپی رکھنے والے شخص کے نام سے معنون کرنے کا دستور ہی ۔ مگر میں اس رسالہ کو ایسے گروہ کے نام سے معنون کرتا ہوں جس کو مذہب سے (جو ان سطور کا موضوع ہی) کوئی دلچسپی نہیں کہی جاتی ۔ مجھکو اُمید ہی کہ ہمارا تعلیم یافتہ گروہ ان سطور پر نظر غائر ڈالنے کی تکلیف گوارا کریگا *

خادم

موسیٰ

مشرق منزل ، علی گڈہ !

یکم اپریل سنہ ۱۹۱۲ ع

تمہید

ہم دیکھتے ہیں کہ علم کے ایک حصہ سائنس کی تیز اور چمکدار کرنوں نے علمی دنیا کو بالکل خیرہ کردیا ہی یہاں تک کہ اُن کی نظر ان شعاؤں سے متاثر ہوتی ہی کہ اُن کی نکتہ چیں نگاہ اخلاق کی شاہراہ کے حقائق تک پہنچنے کی کوشش نہیں کرتی — مذہب جو معلم اخلاق ہی صرف اُس کا نام آتے ہی ایسی حقارت کی نظر اُس پر ڈالی جاتی ہی گویا کہ وہ محض ایک احمقانہ اور غیر ضروری خیال ہی — اگر یہہ حضرات مہربانی کرکے معاملہ کے دونوں پہلوؤں پر بجاے سرسری کے نظر غائر ڈالنے کی تکلیف گوارا کریں اور معائب و محاسن دونوں سے بحث کرکے پھر مذہب کو بے فائدہ اور بے وقوفی کا خیال کہیں، تو ہم کو زیادہ جاے شکایت باقی نہیں رہتی — ہم کو تو افسوس اس بات کا ہی کہ (جیساکہ ہم اوپر لکھہ چکے ہیں) اس پر غور کرنا ہی تضیع اوقات سمجھا جاتا ہی — ہم اگر مذہب کو بالکل خیر باد کہہ دیں گے تو ہمارے پاس نیک و بد کی شناخت کا کونسا پیمانہ باقی رہ جاے گا ؟ کیا مطلق العنان انسان جو اپنے آپ کو کسی قانون و آئین کا پابند نہ سمجھے، مہذب کہلائے جانے کا مستحق ہی ؟ اگر ایسا ہی تو کیوں ہم ایک پاگل آدمی کو اعلیٰ درجہ کا تہذیب یافتہ نہ خیال کریں جو تمام قیود سے آزاد ہی ؟

لیکن ہم بڑی غلطی کرینگے اگر ہم صرف ایک ہی فریق کو اس کا الزام دیں، نہیں بلکہ ہمارے تعلیم یافتہ بھائی مجبور ہیں — اُن کو مذہب اسلام کا صرف وہ پہلو دکھایا جاتا ہی جس کو آج کل کے کچھہ ملاؤں نے اپنی رنگ آمیزیوں سے بالکل بھونڈا، کمزور اور نفرت و حقارت انگیز کردیا ہی — اُس کا مثل آئینہ کے روشن چہرہ ایسا زنگ آلود کردیا گیا ہی جس سے اُس کی خوبیاں بالکل چھپ گئی ہیں — مگر درحقیقت وہ ایسا مکروہ نہیں ہی، بلکہ نہایت شفاف اور چمکدار ہی — سر سید احمد خاں مرحوم نے اس مقدس مذہب کے نورانی چہرہ سے گرد و غبار چھڑانے کی کوشش

كي تھي، ليكن اُن كي عمر ختم ھوگئي اور اُن كي يھہ مشن قريب قريب ناكامياب رھي *

امريكا كے سائنٹيفك گروہ ميں ايك خيال پيدا ھوا ھى كہ آيندہ زندگي كي اُميد موھوم پر (جس پر كامل يقين كرليني كے ليئے اُن كے نزديك كوئي كافي دليل يا عقلي شہادت نہيں ھى) كس ليئے ھم اپنے آپ كو كسي خاص مذھبي حد ميں مقيد كرليں اور اپني نفساني خواھشات كو روكنے كي بالكل بے فائدہ تكليف گوارا كريں جب تك كہ ايسي روك ٹوك سے ھماري موجودہ زندگي ميں ھم كو اُس كے فوائد يا مضرتيں محسوس نہ ھوں — ايسے ھي توھمات كا كافي جواب نہ پاكر ھمارے نئے تعليم يافتہ نوجوانوں كے خيالات مذھب كي جانب سے بے پروا اور حقارت آميز ھوجاتے ھيں — ھمارے حاميان مذھب كا فرض ھى كہ ايسے متجسسين كے سامنے معقول پيرايہ ميں حقائق مذھب پيش كريں جس سے معترضين كو تسكين ھو — بالكل سچ ھى جب تك كوئي خيال ھم كو علانيہ ايسا فائدہ نہ پہنچائے جس كو ھم اپني زندگي ميں محسوس نہ كرسكيں اور كسي سائل كي تسكين اُسي فائدہ ظاھري كو دكھا كر نہ كرسكيں، اُس وقت تك ھم كو كوئي عقلي مجبوري نہيں ھى كہ اپنے آپ كو كسي خيال كا پابند كريں — بے شك سچا مذھب وھي ھى جس كي پابندي ميں دنيا اور آخرت دونوں كي بہتري ھو اور اُس كي پابندي كے عمدہ نتائج نہ صرف آيندہ زندگي ميں معلوم ھوں، بلكہ ھماري موجودہ زندگي يعني اس دنيا ميں بھي مفيد ثابت ھو — جس مذھب ميں يھہ دونوں خوبياں ھيں وھي سچا ھونے كا دعوى كرسكتا ھى — ھمارا خيال ھى كہ يھہ خوبي صرف ھمارے مقدس مذھب اسلام ميں ھے كہ اُس كے احكامات اور ممانعات دين اور دنيا دونوں كے واسطے يكساں مفيد يا مضر ھيں — علاوہ روحاني فوئد كے اُن كي پابندي كي موجودہ زندگي ميں بھي نہايت ضرورت ھى - بغير اُن پابنديوں كے ھم پورے مہذب كہلائے جانے كے مستحق نہيں ھيں — اسلامي احكامات كي پابندي سے ھم كو وہ دنياوي فوائد حاصل ھوتے ھيں جن كا اثر ھماري طرز معاشرت، ھمارے تمدن اور ھمارے اخلاق پر پڑتا ھى اور جن كي عدم پابندي

سے ہماری یہہ تمام حالتیں ناقص رہ جاتی ہیں — امتداد زمانہ کے ساتھہ ہمارے مقدس مذہب اسلام کی تعلیم اقوام متمدنہ بھی تسلیم کرتی جاتی ہیں — گو زبان سے اقرار نہ کریں ، لیکن اس مقدس مذہب کے احکام کی تعمیل وہ ضرور کرتی ہیں — کانفرنسیں اور قومی اجتماع (جو کہ اعلیٰ درجہ کا ترقی کا ذریعہ سمجھا جاتا ہی) اُس کا حکم ہمارے قرآن میں موجود ہی جہاں کہا گیا ہی "و شاور ہم فی الامر" — اس آیت میں ہم کو باہمی مشورہ کی ہدایت کی گئی ہی — یورپ نے اب ٹیمپرنس سوسیٹی کے فوائد محسوس کئے ہیں ، ہم کو، تیرہ سو برس پہلے سے شراب کی برائیاں جتاکر ترک شراب کی ہدایت ہوچکی ہی — غرض تمام مذہب اسلام کے احکامات ایسے ہی ہیں جن کی تعمیل تکمیل کار و بار دنیوی کے واسطے نہایت ضروری ہی — اسلام کے روحانی فوائد پر تو ہزارہا کتابیں لکھی جاچکی ہیں ، لیکن دنیاوی فوائد بیان کرنے کی جانب بہت کم توجہ کی گئی ہی جس کی بے حد ضرورت ہی — ہم نے اسلام کے دنیاوی فوائد پر یہہ مختصر رسالہ لکھا ہی جس کو ہم موجودہ اور آیندہ تعلیم یافتہ مسلمانوں کے سامنے عموما اور اپنے محمڈن کالج علی گڈہ کے طلبا کے سامنے خصوصا پیش کرتے ہیں — ہم کو اُمید ہی کہ ہمارے مخاطب ہماری گذارشوں پر خاص توجہ کرنے کی تکلیف گوارا کریں گے ٭

مذهب اسلام اور دنیا اور آخرت کی بهتری پر اُس کے احکامات کا اثر

اس مبحث میں "مذهب اسلام" "دنیا" اور "آخرت" تین چیزیں هیں جن کی تشریح موضوع پر بحث شروع کرنے سے پہلے کردینا ضروری هی *

"مذهب اسلام"- اس سے وہ مجموعۂ احکامات اس تحریر میں مراد لیا گیا هی جس پر عمل کرنا از روے قرآن مجید هر مسلمان پر لازم کیا گیا هی - اُن احکامات میں سے بعض کی تفصیل آیندہ ان صفحات میں بتائی جائیگی *

"دنیا"- یہہ ایک ایسا وسیع لفظ هی جس میں تمام مخلوق شامل هوسکتی هی - هیئت کی جدید تحقیقات کے مطابق همارا کرہ ارض نظام شمس کے تابع هی - نظام شمس بہت سے ثوابت اور ستاروں سے مرکب هے جن میں سے بعض کی جسامت کرہ ارض سے کئی گنی بڑی بیان کی جاتی هی- یہہ بهی تحقیقات سے ثابت هوا هی که ایسے لاانتہا نظام شمس اپنی زمینوں اور ستاروں کو اپنے ساتهہ لیئے هوئے فضاء محیط میں گردش کر رهے هیں - حقیقت میں دنیا اس تمام مجموعہ کا نام هی — یہہ زمین جس پر هم اور آپ هیں ، جس پر هماری آسایش کے تمام سامان هیں ، جس پر بهاپ اور بجلی کی ریلیں ادهر اُدهر دوڑتی پهرتی هیں ، جس پر هوائی جهاز اور وائر لیس ٹیلیگرافی کی آزمایشیں هو رهی هیں یہہ زمین مع اپنے تمام حیرت انگیز سامان کے "دنیا" کا ایک ادنی ترین ٹکرا هی- خیر اُس مینڈک کی طرح جو ایک چهوٹی مٹی میں بند هوکر اُسی کو دنیا سمجهہ لیتا هی ، هم دنیا سے یہاں صرف کرہ ارض اور اُس کے تمام لوازمات مراد لیتے هیں — اس دنیا سے انسان کا تعلق اُس وقت سے شروع هوجاتا هی جب سے که وہ بطن مادر میں نشو و نما پانا شروع کرتا هی ، اور یہہ تعلق اُس وقت

تک قایم رهتا هی جبکه انسان کي روح اس مادہ جسم سے مفارقت کرجاتي هی *

" آخرت "روح اور مادہ کي مفارقت کے بعد جو تعلقات قایم هوجاتے هیں اور جو حالات پیش آتے هیں اور جہاں یہہ حالات پیش آتے هیں اُس کو آخرت کہتے هیں — آخرت سے همکو جو کچھہ یہاں مراد لیا هی وہ ایسي یقیني حالت هی جس سے انکار کرنے کے واسطے کوئی عقلي شہادت نہیں هی ، اور کوئي دلیل ایسي نہیں پیش کي جاسکتي هی جس سے اس حالت کا انکار هوسکے — اس دنیا میں هر ایک انسان کو تین حالتیں بهگتنا پڑتي هیں — اول پیدا هونا ، دوسرے چند روز اس دنیا میں رهنا اور تیسرے مرجانا — ان میں سے هر ایک واقعه هر ایک انسان پر ضرور گذرنے والا هی — ان واقعات سے نه هم سے پہلے جو انسان گذرے اُن کو مفر هوا ، نه هم کو ان واقعات کے گذرنے سے مفر هوگا اور نه همارے بعد جو لوگ اس دنیا میں آئیں گے وہ ان تینوں حالتوں سے بچ نه سکیں گے — کسي بڑے محقق کا قول هی " تمہاري پیدایش تمہارا پہلا قدم موت کي جانب هی " — شعر

یہه اقامت تجهے پیغام سفر دیتي هی
زندگي موت کے آنے کي خبر دیتي هی

غرض تمہاري تیسري حالت مرنا یا موت کا آنا ایک ایسا حیرت انگیز واقعه هي جس کي نسبت کچھہ سمجهہ میں نہیں آتا که کیا بات هی — اتنا تو هم سمجهہ سکتے هیں که اگر موت نه هوتي اور هر ایک انسان جو پیدا هوتا وہ اس دنیا میں همیشه رهتا ، تو یہه دنیا نسل انسان کے واسطے ایک ایسي صعوبت اور سختي هوتي جو کاٹے نه کٹتي — دنیا کا پیداوار نسل انسان کي غذا کے واسطے کافي نه هوتا ، رهنے کو جگه نه ملتي ، انسان کي روز افزوں نسل کے سواے اس سطح زمین پر کچھہ نه هوتا — غرض وہ هل چل هوتي که خدا کي پناہ — ذرا اُس حالت کا تصور کیجئے — پهر موت میں جو حکمت مضمر هی وہ سمجهہ میں آجاتي هی اور اقرار کرنا پڑتا هی که مرنا بهي انسان کے واسطے ایک نعمت هی — خیر ، آخر یہه موت هی کیا چیز ؟ مرنے کے

بعد انسان کا تمام جسم موجود ہوتا ہی ؛ اُس کے ہاتھہ ' پاؤں ' کان ' ناک سب ہوتے ہیں ' ان میں یہہ ظاہر تغیر نہیں ہوتا ؛ مگر کیا بات ہوجاتی ہی کہ وہ جسم نہ بولتا ہی ' نہ اپنی تکلیف اور راحت کا اظہار کرتا ہی ' اور نہ کہانے کی خواہش کا اظہار کرتا ہی ' نہ پانی مانگتا ہی - یہہ واقعہ روز مرہ ہماری آنکھوں کے سامنے گذرتا ہی کہ ایک مریض ابھی اپنے زخم کی تکلیف یا درد یا تشنج سے چلا رہا ہی ' تیمارداروں اور معالجوں سے فریاد کررہا ہی اور کراہ رہا ہی کہ یکایک موت نے آکر اُس پر قبضہ کرلیا — اب نہ اُس کی تکلیف معلوم ہوتی ہی اور نہ درد یا تشنج کا اظہار ہوتا ہی ' نہ اُس کو تیمارداروں اور معالجوں سے تعلق رہتا ہی ' ایک خاموشی ہی جو ہمیشہ کے واسطے اُس پر طاری ہوجاتی ہی * شعر

مردہ کچھہ سنتا نہیں چلا کے روتے ہیں رفیق
دم میں کتنا فاصلہ اللہ اکبر ہوگیا

اسی پر غور کرنے سے اتنا ضرور معلوم ہی کہ مرنے کے بعد کوئی خاص چیز انسان کے جسم سے جدا ہوجاتی ہی یا جدا کرلی جاتی ہی — وہ ایسی چیز ہی کہ جب تک قفس عنصری میں موجود تھی ' جب تک اُس چیز کا اور اس کالبد خاکی کا ساتھہ رہا ' یہہ کالبد خاکی بولتا تھا ' دیکھتا تھا ' کہانا پیتا تھا ' اپنی راحت و کلفت کا اظہار کرتا تھا ' مگر جبکہ وہ چیز اس جسم سے جدا کرلی گئی تو اس جسم کی وہ تمام صفات رخصت ہوگئیں اور یہہ جسم ایک مٹی کے ڈھیر کی طرح باقی رہ گیا - اس باقی ماندہ جسم کا حشر تو معلوم ہے اور ہم روز دیکھتے ہیں کہ وہ جسم مٹی میں مل جاتا ہی یا لقمہ حشرات الارض ہوجاتا ہی — مگر وہ چیز جو اس جسم سے جدا کرلی جاتی ہی اور جس کا نام " روح " ہی اس پر کیا حالت گذرتی ہی ؟ یہہ ایک لاینحل معمہ ہی جس کو نہ کوئی حل کرسکا نہ کوئی حل کرسکتا ہی — " کانرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد " — انسان جسم خاکی اور اُس چیز سے مرکب ہی جس کو ہم روح کہتے ہیں — اس کی ایک اور صاف دلیل ہی — اکثر ایسے حادثات پیش آتے ہیں جن کی وجہ سے کسی انسان کا ہاتھہ یا پاؤں کاٹنا پڑتا ہی — وہ مقطوع عضو بدن سے جدا ہوجاتا ہی ' مگر جس کا

عضو جدا ہوجاتا ہی چند روز کے بعد اُس کو خیال بھي نہیں ہوتا ہی کہ اُس کا مقطوع عضو کہاں گیا — ہم اپنے بال اور ناخن ہمیشہ کتراتے ہیں – یہہ بھي جسم انساني کے جز ہیں ، مگر ہم کو خیال بھي نہیں ہوتا کہ ہمارے بال اور ناخون کہاں گئے — بات یہہ ہی کہ مقطوع اعضا ، بال یا ناخن جسم انساني سے جدا ہونے کے ساتھہ هي روح سے بھي منقطع ہوجاتے ہیں اور اُس سے اُن کوکوئي تعلق نہیں رہتا۔ اس سے صاف ظاہر ہی کہ ترکیب انسان میں اس مادي جسم کے ساتھہ ہي کوئي اور شے بھي ہي جس سے ہمارے قواے ارادي اور حواس کا تعلق ہی جس کو روح کہتے ہیں — جو کچھہ حالات جسم خاکي سے جدا ہوجانے کے بعد اس لطیف جوہر پر گذرتے ہیں اور جہاں وہ حالات گذرتے ہیں اُسي کو آخرت کہا جاتا ہی *

اس میرے بیان سے ثابت ہوگیا کہ ہم اور آپ اور تمام نسل انساني لازمي طور پر اپني پیدایش کے بعد ایک معتدبہ مدت تک اس دنیا میں رہیں گے اور اس دنیا کے بھلے اور برے حالات بھگتنے کے بعد سفر آخرت اختیار کریں گے اور پھر وہاں کے حالات ہم کو بھگتنا پڑیں گے *

اگر غور کیا جاوے تو دنیا کے جتنے مذہب ہیں سب میں ایسے احکامات اور ہدایتیں ملتي تو ہیں جن میں آخرت کے واسطے تھوڑا بہت بندوبست ہی ، مگر اس دنیا کے واسطے (جس میں ہم کو ایک مدت مدید بسر کرنا ہی ، جس میں اُس جہان کے جانے کے واسطے جس کو آخرت کہتے ہیں بندوبست کرنا ہی ، جس میں اُس جہان کے مفید اعمال کرنا ہیں) کسي مذہب نے کچھہ بھي ہدایت نہیں کي ؛ اگر کي بھي ہی تو بہت ہی تھوڑي ہدایت کی ہی — ہمارے سچے مذہب اسلام کے احکامات کو اگر غور سے دیکھا جاوے تو صاف ظاہر ہوجاتا ہی کہ اس مقدس مذہب کا ہر ایک حکم دنیا اور آخرت دونوں کے واسطے یکساں لحاظ رکھتے ہوئے نافذ کیا گیا ہی ، اور اہل اسلام کو وہ طریقے بتائے گئے ہیں جو اپنے نتیجہ کے لحاظ سے جہاں آخرت کے واسطے مفید ہیں وہاں دنیوي زندگي میں بھي اُن سے لا انتہا فوائد حاصل ہوں – اگر اس مقدس مذہب کے احکامات کو سمجھکر اُن پر پورے طور پر عمل کیا جاوے ، اگر مذہب اسلام کے فرایض اور محرمات کا پورا

پورا لحاظ رکھا جاوے تو میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ ایسا کرنے والا بلحاظ دنیا کے اس جہان میں ایک اعلیٰ درجہ کا کامیاب آدمی بن جاویگا اور انشاءاللہ آخرت میں بھی صف اولین میں جگہ پانے کا مستحق ہوگا - قرآن مجید (جو خداے تعالے کی جانب سے مسلمانوں کی بلکہ تمام اہل دنیا کی ہدایت کے واسطے بھیجا گیا ہی) اُس پر غور کرنے سے صاف یہہ بات معلوم ہوتی ہی کہ دنیا اور آخرت دونوں کو یکساں بھلائی چاہنے والے انسان خدا کے نزدیک بھی پسندیدہ ہیں - سورہ بقر میں ارشاد ہی : " و منہم من یقول ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الاخرۃ حسنۃ و قنا عذاب النار - اولائک لہم نصیب مما کسبو والله سریع الحساب" یعنی اور جو کوئی اُن میں سے کہتا ہی کہ اے ہمارے رب ہمکو دنیا میں بھلائی دے اور آخرت میں بھلائی دے اور آگ کے عذاب سے بچا یہہ ہی لوگ ہیں جنکو اُس میں حصہ ہی جو اُنہوں نے حاصل کیا اور خدا جلد حساب لینے والا ہی - اسلام کی اس بے نظیر تعلیم کا اُخروی اثر تو انشاءاللہ اُس جہان میں معلوم ہوگا، مگر اسلام کی تعلیم کا اثر دنیوی فوائد پر عملاً ایسا وسیع ہی جس کے خیال سے حیرت ہوتی ہی - اگر تاریخ اُٹھاکر دیکھا جاوے تو مسلمانوں کا ایک ایسا زمانہ ملیگا جبکہ دنیا میں تمام قومیں مسلمانوں کے زیر نگیں تھیں اور مسلمان دنیا کے ایک بڑے حصہ کے مالک تھے، نہ صرف مالک بلکہ اقوام دنیا کی رہنمائی بھی مسلمانوں کے ہاتھہ میں تھی - ایک طرف یورپ میں اسپین مسلمانوں کے قبضہ میں تھا (جہاں مسلمانوں نے تمام تعلیم گاہیں کھولکر جاہل اہل یورپ کو موقع دیا کہ اسپین کے اسلامی دارالعلوموں میں آکر علوم مفیدہ سے فیض یاب ہوں اور اُس سے دیگر ابناء جنس کو فائدہ پہونچائیں) بائزن ٹائن کی سلطنت کو تحریری ہدایت بھیجی گئی اور جبکہ ایک طویل مدت تک ہدایت کا اثر ندیکھا تو بائز نٹائن کو ممالک محروسہ اسلام میں شامل کرلیا گیا - ایشیا میں ایران کے مسرف اور عیاش بادشاہ یزد جرد کو اُس کی حرکات کی جانب خلیفہ اسلام کی طرف سے توجہ دلائی گئی اور اُس کے اظہار تمرد پر ایران کو اس مسرف اور عیاش خاندان کے جوے سے آزاد کردیا گیا - چین کی سلطنت کو عرب سے اسلامی مشن گیا - نجاشی شاہ حبش کے شہروں میں مسلمان جا شامل ہوئے - بقیہ براعظم افریقہ کے بڑے حصہ کے خونخوار باشندوں

کو مسلمانوں نے آدمیت سکھائی - غرض کیا حکومت حکمراں ' کیا
مصلح بھی آدم اسلام کی ابتدائی چند صدیوں میں مسلمان
قوم دنیا میں سب سے بالا قوم تھی جس کی شہادت دنیا کی تاریخ
میں برابر مل سکتی ہے ؛ اور ہر ملک کی تاریخ میں موجود ہے
کہ اُس زمانہ میں تمام کرۂ ارض پر حکومت دنیا کی بہتری کے
مسلمانوں ہی کو فوقیت حاصل تھی اور تمام دنیا مسلمانوں کا
لوہا مانتی تھی - مگر آج مسلمانوں کو یہہ بات حاصل نہیں ہے - وہی
مسلمان قوم ہے جس کو یہہ کچھہ عروج حاصل تھا کہ آج ہر ملک
میں تباہ اور برباد ہے ' ہر ملک میں اُن کا وجود اہل ملک کے لئے عار و
ننگ ہے - ہر ملک میں مسلمانوں کے اوپر قہر و ذلت کی نگاہیں ڈالی
جاتی ہیں - اُن کو وحشی سمجھا جاتا ہے - اُن کو تہذیب سے نابلد
خیال کیا جاتا ہے - اُن کو انسانیت سے خارج سمجھا جاتا ہے - خراب سے
خراب جو صفات ہیں اُن تمام صفات کا ملجا و ماوا آج کل مسلمان
ہیں - یہاں تک کہ بعض اغیار کے حلقوں کی جانب سے مسلمانوں کے
مذہب کو دنیوی ترقی کا مانع بتایا جاتا ہے - اسلام پر الزام لگایا جاتا
ہے کہ یہہ مذہب دنیوی ترقی کی جانب سے بے پروا ہے - مسلمانوں
کے مذہب میں دنیوی ترقی کا مواد ہی نہیں بتایا جاتا — بعض
کوتہ اندیش سمتوں سے سنائی دیتا ہے کہ مذہب اسلام کا تعلق صرف
روحانیت اور آخرت سے ہے ' اس دنیا کے حالات سے اُس کو کچھہ
بحث نہیں ہے — اگر صرف آج کل کے مسلمانوں کی حالت دیکھی
جاوے ' اگر صرف آج کل کے مسلمانوں کی طرف نظر ڈالی جاوے '
اگر صرف آج کل کے مسلمانوں کی کوتہ نظری و پست ہمتی اور نکبت کا
خیال کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ کیوں ہمارے دلوں میں اسلام
کی طرف سے شبہات نہ پیدا ہوں ' جو اغیار یا کوتہ اندیش حلقوں کی
جانب سے اسلام کی نسبت بیان کئے جاتے ہیں اور جس کی
میں بڑے زور سے تردید کروں گا اور دعوے سے کہوں گا کہ مذہب
اسلام دنیوی ترقی کا ممد و معاون ہے - مسلمانوں کا مذہب وہ مذہب
ہے جس میں "الدنیا مزرعۃ الاخرۃ" کے ذریعہ سے بعد کی دنیا کی جانب
بھی اہل اسلام کو توجہ دلائی گئی ہے - مسلمانوں کا مذہب وہ مذہب
ہے ' جس میں دنیوی ترقی کا مواد بہت زاید موجود ہے - مسلمانوں

کا مذہب وہ مذہب ہے جس میں دنیا کے انسانی تعلق کا اور اُس کی بہتری کا اس وجہ سے پورا پورا خیال رکھا گیا ہے کہ آخرت کے واسطے ذخیرہ اسی دنیا سے اکٹھا کیا جاتا ہے — اگر اس دنیا کی جانب سے بے پروائی ہوگی تو آخرت کی بہتری کا کیسے بندوبست ہوگا؟ یہہ اسلام کا وہ اصول ہے جس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا - یہی وجہ ہے کہ مذہب اسلام نے اپنے متبعین اور پیرووں کے واسطے آخرت کی بہتری کے ساتھہ ہی دنیا کی بہتری اور بھلائی کا انتظام کیا — اگر مسلمانوں کا مذہب دنیوی ترقی کے خلاف ہوتا ' اگر مسلمانوں کا مذہب دنیوی ترقی کی جانب سے بے پروا ہوتا ' اگر مسلمانوں کا مذہب دنیوی ترقی کے مواد کا مجموعہ نہ ہوتا ' تو مسلمانوں کو اس دنیا میں وہ عروج حاصل نہ ہوتا جس کی شہادت دنیا کی تاریخ دے رہی ہے کہ عرب کی چھوٹی سی "غیر ذی زرع" وادی کے باشندوں نے جس کی تیرہ سو برس قبل کی تاریخ محض لوٹ مار ' قتل و فساد سے مملو ہے ' جہاں کے لوگ تمدن سے قطعی بے بہرہ تھے ' جہاں عیوب انسانی کو ہنر سمجھا جاتا تھا ظہور اسلام کے ساتھہ ہی نہ صرف عرب کی کایا پلٹ دی ' بلکہ تمام دنیا میں تہلکہ ڈالدیا اور ایک ہی صدی کے اندر دنیا کا ایک بڑا حصہ مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا — اسلام کے مذہبی احکام اس طریقہ سے بتائیے گئے ہیں کہ روحانی اور اُخروی بہتری کے ساتھہ ہی دنیا کے کاروبار میں اُن سے پوری پوری مدد ملے - اگر مذہب اسلام ایسا ہوتا جیسا کہ اغیار اُس پر الزام لگاتے ہیں یا بعض کوتہ اندیش بیان کرتے ہیں تو مسلمانوں کو ابتدائی ہجری صدیوں میں وہ کامیابی حاصل نہ ہوتی اور اہل اسلام کو اقطاع عالم میں وہ عروج نہ حاصل ہوتا جس سے ملکوں کی تاریخیں بھری پڑی ہیں - اگر مذہب اسلام ایسا ہوتا جیسا کہ اُس پر مذکورہ بالا الزام عاید کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تو آج دنیا میں عرب سے لیکر چین تک ' ایشیا کوچک سے لیکر کوہستان بلقان اور فیض مراکو تک ' انگلستان سے لیکر ترکی تک مسلمانوں کی قوم دنیا کے ہر حصہ میں نہ پھیلی ہوتی ؛ بلکہ عرب ہی کے خطہ میں چند برس محدود رہکر اسلام (نعوذ باللہ) معدوم ہوگیا ہوتا - مگر اسلام خدا کا سچا مذہب ہے - اسلام کے ذریعہ سے خدا تعالی کو دنیا

کی اصلاح منظور تھی – اُس نے اپنا یہہ سچا پیغام دنیا کے ہر حصہ میں
پہنچایا ، تاکہ اہل دنیا اُس کو غور سے سنیں اور اپنی اصلاح کریں اور
کسی کو یہہ شکایت باقی نہ رہ جائے کہ ہمارے ملک میں اسلام کی
آواز نہیں پہنچی – اُس خدا نے ہدایت کا ایک مجموعہ (قرآن مجید)
اپنے نبی برحق حضرت محمد صلعم کے ذریعہ سے اہل دنیا کی عملی
اصلاح کی غرض سے بھیجا جس پر جناب نبی اکرم کے زمانہ کے حضرات
اور آپ کے دوستوں نے غور کیا – اُس کے احکامات کو نہ صرف سمجھا ،
بلکہ ہر ایک کام میں اُس کو اپنا رہبر اور قانون واجب العمل بنایا
اور اُس پر عمل کیا – اُس کا نتیجہ یہہ ہوا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں
دنیا میں یہہ لوگ اُس درجہ پر پہنچ گئے جہاں آج کل کی ترقی
یافتہ قومیں صدیوں کی کوشش کے بعد بھی ابھی نہیں پہنچیں *

ابتدائی ہجری صدیوں میں مسلمانوں کی ترقی کا یہی راز تھا کہ
وہ لوگ احکامات اسلام یعنی قرآن کی پابندی ہر چیز سے مقدم سمجھتے
تھے – جوں جوں زمانہ گذرتا گیا اور مسلمانوں میں احکامات اسلام کی
پابندی کی جانب سے سستی آتی گئی ویسے ہی ویسے مسلمانوں کی
قوم کو تنزل ہوتا گیا – آج کل کے مسلمانوں کی اس قدر خراب حالت
کس وجہ سے ہے ؟ اس کی بڑی وجہ یہہ بھی ہے وہ لوگ احکامات
اسلام کی پابندی تو رہی ایک طرف احکامات اسلام پر غور کرنا بھی تضیع
اوقات سمجھتے ہیں جس کا صاف یہہ نتیجہ ہے کہ اُن مقدس احکامات
کی خوبیوں سے ناواقف اور اُس کے عمدہ نتیجوں سے محروم رہتے ہیں –
قرآن مجید جو دنیا اور آخرت کی بہتری کے حصول کا سر چشمہ ہے اور
جس میں آخرت کی بہتری اور دنیوی ترقی کے اصول بیان کئے گئے
ہیں اُس کی جانب سے مسلمانوں نے بے توجہی اختیار کرلی ہے –
آج کل قرآن مجید کو اول تو کوئی پڑھتا ہی نہیں اور پڑھتے بھی ہیں
تو صرف طوطے کی طرح جو حق اللہ ، پاک ذات اللہ کہتا تو ہے
مگر یہہ نہیں سمجھتا کہ اُس کا کیا مطلب ہے – اگر کسی نے
محض قرآن پڑھا بھی تو سمجھنے اور اُس پر عمل کرنے کی
کوشش نہیں کرتے – پرانے خیال کے مسلمانوں نے تو یہہ غلط عقیدہ
ذہن نشین کرلیا ہے کہ قرآن سمجھنے کا مادہ اگلے لوگوں پر ختم

ہوگیا؟ آج کل کوئی قرآن سمجھ ہی نہیں سکتا — رہے نئے خیال
کے مسلمان یا تو قرآن کی جانب اُن کو توجہ نہیں یا کم سے کم اُس کو
بغور پڑھنا فضول سمجھتے ہیں — قرآن مقدس کی اصلاحی تعلیم
کے متعلق ایک مثال آپ کو بتاتا ہوں — مثلاً آج کل اکثر فضول خرچی
اور اسراف کی شکایت کی جاتی ہے — اگر قرآن کی طرف رجوع
کیا جاوے تو ہم کو ایسی آیات مل جاتی ہیں جن میں اسراف
اور فضول خرچی سے منع کیا گیا ہے — قرآن مجید میں ایک جگہ
ہے " کلوا واشربوا ولا تسرفوا " کھاؤ پیو بیجا خرچ مت کرو — ایک
جگہ حکم دیا گیا ہے " وآت ذاالقربیٰ حقہ والمسکین وابن السبیل
ولا تبذر تبذیرا " یعنی اور رشتہ دار، مسکین اور مسافر کو اُس
کا حق دو اور بیجا خرچ مت کرو — تھوڑا آگے چل کر اعتدال
کے ساتھ خرچ کرنے کی ہدایت کی گئی ہے جہاں لکھا گیا ہے
" ولا تجعل یدک مغلولۃ الی عنقک ولا تبسطہا کل البسط فتقعد
ملوما محسورا " اپنے ہاتھ کو گردن میں مت باندھ (یعنی خسیس
مت ہوجا) اور بالکل کھول بھی مت دے (یعنی فضول خرچ
بھی مت ہوجا) کیونکہ ایسا کرنے میں تجھکو (ہم چشموں کی) ملامت
برداشت کرنا ہوگی اور پچھتانا ہوگا — غرض قرآن ایسا مجموعہ احکامات
ہے جس میں کوئی بات خواہ وہ سوشیل ہو یا پولیٹکل ہو اُٹھا نہیں
رکھی گئی — بزرگوں کا ادب، والدین کی اطاعت، تجارت میں ایمانداری،
جھوٹ کی ممانعت، فضول خرچی کی برائی، رشتہ داروں کے ساتھ
سلوک، ہم قوموں کے ساتھ برتاؤ، ہمسایوں کے ساتھ الفت غرض جو بات
تلاش کی جاوے قرآن مجید میں مل سکتی ہے، بشرطیکہ
غور اور تعمق سے دیکھا جاوے — جو فرایض اور محرمات کے احکام
ازروئے قرآن مجید مسلمانوں پر نافذ کیئے گئے ہیں اُن پر غور کرنے
سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن میں سے ہر ایک میں دنیا اور آخرت
دونوں کی بہتری کا خیال رکھا گیا ہے ۔

توحید و رسالت

بلحاظ اعتقادات کے مذہب اسلام میں ہر مسلمان کو دو امور
پر یقین کرنا ضروری ہے — اول " توحید " یعنی خدا کو ایک

جانا — دوم " رسالت " یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا نبی تسلیم کرنا — اگر غور کیجئے تو ان معتقدات اسلام میں بھی دنیوی فلاح اور بہبودی مضمر ہی — قران مجید میں ایک جگہ مجمل طور پر توحید اور تمدن کا تعلق بیان کیا گیا ہی جہاں کہا گیا ہی " لوکان فی هماآلهة الا الله لفسدتا " اگر ان دونوں میں (یعنی آسمان وزمین میں) معبود خدا سواے خداے تعالی کے ہوتے تو ضرور فساد میں مبتلا ہوجاتے — اس آیت پر گہری نظر ڈالنے سے معلوم ہوجاتا ہی کہ بغیر وحدانیت کے دنیا کا انتظام ٹھیک طور پر قائم رہنا محال بلکہ ناممکن ہی — ذرا سی مثال سے یہہ معاملہ پورے طور پر سمجھ میں آسکتا ہی — اگر کسی جگہ یا کسی ضلع میں ایک سے زاید مساوی الاختیار مجسٹریٹ مقرر کردیئے جائیں جن کا فیصلہ ہر حال میں ناطق ہو تو اُس جگہ کی انتظامی حالت نہایت خراب ہوگی — وہ تمام حصہ آبادی اُسی قدر گروہوں پر تقسیم ہوجاے گا جس قدر مجسٹریٹوں کی تعداد ہوگی اور آپس میں خون خرابہ برپا ہوجاے گا — اس فرضی مثال سے بڑھکر ایک تاریخی مثال یہاں بیان کی جاتی ہی — تاریخ کا ایک مابہ‌النزاع سوال ہی کہ هندوستان میں مسلمانوں کی سلطنت کے زوال کا آغاز کب سے ہوا — کوئی اس کو اکبر کے زمانہ سے منسوب کرتا ہی اور کوئی عالمگیر کے زمانہ سے شروع کرتا ہی — مگر میں مسلمانوں کے زوال کا آغاز شاہ جہاں کی اُس غلطی سے شمار کرتا ہوں جب کہ اُس نے مملکت هند اپنے بیٹوں میں تقسیم کرکے طوائف‌الملوکی کی بنیاد ڈالی اور دنیوی انتظام اور وحدانیت کے تعلق کا لحاظ نہیں کیا — اس کا جو اثر دنیا کے انتظام پر پڑا وہ ظاہر ہی — ملک میں جنگ و جدل کا بازار گرم ہوا ، ہزار ها بندگان خدا تلوار کے گھاٹ اُترے — ملک میں ہر جانب تباہی اور فساد برپا ہوئے ، اور آخرکار هندوستان مسلمانوں کے هاتھہ سے نکل گیا — یہہ مانی ہوئی بات ہی کہ دنیا کے بہترین انتظام کے واسطے کسی ایک قانون کی پابندی لازمی ہی — کسی قانون کو پر اثر بنانے کے واسطے ضروری ہی کہ وہ حصہ ملک جہاں اُسی قانون کا نفاذ ہو قانون ترتیب دینے والی اکیلی جماعت کے زیر اثر ہو — دنیا کے غیور مصلحین انتظام کا یہہ متفقہ فیصلہ ہمیشہ زیر عمل رہا ہی کہ

کسی ملک یا کسی قوم کے بہترین انتظام کے واسطے کسی ایک متنفس
کو جملہ باشندگان ملک سے بالا تر تسلیم کیا جاے جس کو بادشاہ
یا سردار قوم کہا جاتا هی - یہہ ایک ایسا ناگزیر امر هی کہ وہ قومیں
جن کے خیالات انتہائی آزادانہ هیں اور جن کے نزدیک بادشاہ کی
کوئی ضرورت نہیں هی وہ بھی اس اُصول کے اثر سے باهر نہیں نکل
سکتیں - دیکھئے فرانس اور امریکہ جیسی آزاد سلطنتیں بھی جماعت
منتظم کا ایک بادشاہ (پریزیڈنٹ) رکھنے پر مجبور هیں — پھر آپ
سرسری نظر ڈالئے ' دنیا میں دیکھئے ' براعظموں میں ملاحظہ کیجئے '
ممالک میں جائیے ' صوبہ جات پر نگاہ ڈالیئے ' قسمتوں کا جائزہ لیجئے
اضلاع و حصہ جات اضلاع ' شہر ' قصبہ ' دیہات اور یہاں تک کہ
خاندانوں میں گھرانوں میں دیکھئے — هر جگہ وحدانیت کا جلوہ
آپ کو نظر آئیگا — غرض نظر تعمق ڈالنے سے صاف معلوم هوجاتا هی
کہ اس دنیا کا انحصار بالکل توحید پر هی جو مقدم ترین عقائد
اسلام میں سے هی — پھر عقیدہ ثانی یعنی رسالت کو لیجئے — هر
متنفس جو سمجھہ رکھتا هی جانتا هی کہ دنیوی تمدن کے بہترین
اصول ذهن نشین کرنے کے واسطے کسی خاص رفارمر یا مصلح کی
ضرورت هوتی هی - دنیا میں کوئی قوم ' کوئی گروہ ' کوئی ملک ایسا
نہیں هی جو اپنے کو متمدن اقوام میں شمار کرتا هو اور کسی مصلح
یا رفارمر کا پیرو نہ هو — "قومیت" بغیر کسی مصلح کی خاص
تلقین کے کبھی مکمل نہیں هوتی - آپ موجودہ متمدن اقوام کی
حالت پر غور کیجئے تو هر قوم میں "هیرو ورشپ" کی لٹک آپ
کو ملے گی - حقیقت یہہ هی کہ یہہ ایک نہایت هی لطیف مسئلہ هی
جس کا ماخذ وهی "توحید" هی - خدا جو اسی دنیا کا اکیلا مالک
هی کسی ایک شخص کے دل میں اصلاح کے امور ڈال دیتا هی جو
اپنے هم جنس گروہ کو اُن امور سے آگاہ کرتا هی - جب تک ایسے
مصلحین کی اصلاحی باتوں پر یقین نہ کیا جاے اور اُن کی
هدایت نہ مانی جاے ممکن نہیں هی کہ بہترین اصلاح کا انصرام
هوسکے ; گویا بلحاظ انتظام دنیا کے یہہ ایک قاعدہ کلیہ هی جو چھوٹے
چھوٹے طبقوں کی اصلاح اور انتظام کے واسطے فطرت نے جاری کر رکھا
هی اور جس سے کسی وقت میں انکار نہیں هوا اور نہ هوسکتا هی -

جب چوتھے چوتھے حصہ جات بنی آدم میں انتظام دنیا کے واسطے
یہہ سنت الہیہ جاری ہی اور چوتھے چوتھے حصہ کے رفارمروں کی
نصائح اور ہدایات کا اسی غرض سے کہ عمدہ اصول معلوم ہوجائیں
تعمیل کرنا پڑتا ہی تو ظاہر ہی کہ جناب رسالت مآب حضرت محمد
صلی اللہ علیہ و سلم کو سچا ہادی اور رسول من جانب اللہ
تسلیم کرنا مفید ترین انتظام دنیا کے واسطے ایک لازمی امر ہی
جن کی ذات بابرکات نے اتقاء ربانی کی مدد سے تمام دنیا کے
انتظامات کے مفید ایسے عالمگیر اصول بنی آدم کو بتائے جن کی تیرہ سو
برس سے نہ صرف شہرت ہی بلکہ اس وسیع زمانہ کے مسلسل تجربے
نے بتا دیا کہ ایسا ضروری اور ایسا مکمل اصول انتظام دنیا جو ہر قوم،
ہر ملک، ہر گروہ کے لیئے اور ہر وقت یکساں مفید اور مناسب ہو سوا
اسلامی اصول کے کوئی دوسرا اصول ہونا نا ممکن ہی۔ قرآن شریف جو
دنیا اور آخرۃ کے ہر قسم کے بندوبست کا بنی نوع انسان کے واسطے
ایک بہترین مجموعہ ہی، اور جس کا تھوڑا سا تذکرہ کسی دوسری
جگہ کیا گیا ہی، اُس کے ہدایات سے فائدہ اُٹھانے کا اُسی کو
حق ہوسکتا ہی جو حضور سرور عالم صلعم کی نبوت کا اقرار کرے —
گو حضور کی نبوت سے منکرین کیسا ہی انکار کریں، لیکن اگر بغور
دیکھا جاے تو آج جو کچھہ ترقی کا دنیا میں دور دورہ ہی اس سب کا
ماخذ وہی مصلح کافہ انام ذات ہی —

دل و جانم فدایت یا محمد
سر من خاک پایت یا محمد

نماز

مذہب اسلام کے وہ ارکان جن کا کرنا ہر مسلمان پر فرض ہی
اُن میں سے ایک نماز ہی - اگر عمیق نظر ڈالی جاے تو نماز میں
اتنی دنیوی خوبیاں ملیں گی جن کو تفصیل سے بیان کرنے کے واسطے
ایک جدا گانہ ضخیم کتاب کی ضرورت ہی — ضبط اوقات کا خیال
نہ کرنا اس دنیا میں کسی قوم یا کسی فرد کے واسطے سخت تباہی
کا باعث ثابت ہوا ہی — لقمان کا قول ہی "کوئی چیز بھی ایسی
مضرت رساں نہیں جیسا وقت کو فضول ضائع کردینا" - ضبط اوقات
ایک ایسی چیز ہی کہ اگر ابتدا سے اس کی عادت نہ ہو تو ہر وقت

نہایت دشواری ہوتی ہے، بلکہ اکثر کوئی بڑا نقصان ہو جاتا ہے — ابتدا سے
انضباط اوقات کی عادت ڈالنے کے واسطے مسلمانوں پر نماز فرض کی گئی
ہے، تاکہ اہل اسلام "وقت" پر ہمیشہ اور ہر حالت میں قادر رہیں —
جو شخص نماز کا پابند ہے وہ اپنے روزانہ کار و بار خاص طور پر
ٹھیک نماز کے وقت تک ختم کرنے کی کوشش کرتا ہے اس
سے اُس کا وقت نہایت ترتیب کے ساتھ تقسیم ہو جاتا ہے —
اور ہر کام اپنے وقت پر ہوتا رہتا ہے — نمازی آدمی کو تاکید ہے
کہ اُس کا لباس پاک و صاف اور ستھرا رہے — اُس پر کسی قسم کا
میلا دھبہ نہ پڑ جائے — ظاہر ہے کہ شریفانہ وقار پر اس کا کتنا اچھا اثر
پڑتا ہے — نماز کا پابند مسلمان اپنے بدن کی صفائی کا جتنا خیال
رکھتا ہے، وہ ایسے شخص سے ممکن نہیں ہے جو نماز کا پابند نہ ہو —
جسم کے وہ حصے جو اکثر کھلے رہتے ہیں اور اُن پر گرد و غبار جم
جاتا ہے، دن بھر میں متعدد مرتبہ پابند نماز مسلمان کو دھو ڈالنا
لازمی ہے، تاکہ حصہ جات مذکور صاف رہیں — جس وقت انسان
نماز پڑھنے کھڑا ہو جاتا ہے، اُس وقت اُس کا دل تمام تفکرات اور
ترددات سے یکسو ہوتا ہے، اُس کی روح ہر قسم کے خلجانوں سے
آزاد ہوتی ہے اور اس وجہ سے روح کو نماز کے وقت ایک قسم
کی آسودگی اور آرام حاصل ہوتا ہے؛ اور اس عام آسودگی سے انسان
کے صرف دماغ ہی پر بہتر اثر نہیں پڑتا، بلکہ اُس کی تندرستی اور
زندگی بڑھنے کے واسطے بھی یہ حالت نہایت مفید ہے — نماز کے
اوقات پر ایک محلہ کے مسلمانوں کا اجتماع مسجد میں ہونا اور اہل
محلہ کے باہمی خیالات اور حالات سے آگاہی اور استفادہ حاصل کرنا؛ اسی
طرح سے ہفتہ میں ایک مرتبہ جمعہ کے روز ایک شہر کے مسلمانوں کا
جامع مسجد میں جمع ہو کر اس فائدہ سے تمتع حاصل کرنا، اور سال
میں دو مرتبہ عیدین پر گرد و نواح کے باشندوں کا تبادلہ خیالات باہمی
سے معاشرتی، تمدنی، تجارتی اور دیگر مشورے اور فوائد حاصل کرنا،
ایک دوسرے سے شناسائی ہونا جس سے آپس میں ہمدردی پیدا ہو
اور باہمی ایک دوسرے کی مدد گاری کے خیالات پیدا ہوں اور
مسلمانوں کی اصلی قومیت کی تحریک تازہ ہوتی رہے — مسلمان
قومیت کا زبر دست حکم ایزدی قرآن مجید میں ہے کہ "انما

المومنون اخوۃ فاصلحوا بین اخویکم " سب مسلمان یقیناً بھائی ھیں لہذا پھر بھائیوں میں باھم صلح کرو — اُس کو عملاً نہ بھول جائیں — مسلمانوں کے واسطے نماز میں یہہ زبردست دنیوی فوائد مضمر رکھے گئے ھیں ، جن کی تعلیم ھم کو تیرہ سو برس سے دی جارھی ھی اور یہہ ایسے فوائد ھیں جن کے حاصل کرنے کے واسطے اقوام متمدنہ نے اب آکر کلب اور کانفرنسیں ایجاد کی ھیں — نماز ھم کو پاک بازی ، صفائی ، انکسار اور ادب کی جانب رھبری کرتی ھی جو عمدہ انسانی خصلات ھیں — اورھم کو اُن اخلاقی عیوب سے روکتی ھی جو شاہ راہ ترقی میں ایک زبر دست روک ھیں اور جو بیجا تکبر ، نخوت اور خودی کی شکل میں بنی نوع انسان میں پیدا ھوجاتے ھیں — نماز کا عادی ھوجانے کے بعد اتنے کثیر دنیوی فوائد انسان کو نہایت آسانی سے حاصل ھوجاتے ھیں *

روزہ

ایک فرض از روے مذھب اسلام کے روزہ بھی ھی — اُس پر غور کرنے سے صاف معلوم ھوجاتا ھے کہ اخلاق انسانی کی جلا کرنے کے واسطے روزہ سے زیادہ آسان ترکیب ھونا محال ھی — انسان کی خلقت پر غور کرنے سے معلوم ھوتا ھی کہ اس مخلوق الھی (یعنی بنی آدم) میں دو مساوی طاقتیں نیکی اور بدی کی ھیں جن کو قواے ملکوتی یا رحمانی اور قواے بہیمی یا شیطانی کہا جاسکتا ھی — اس کا بین ثبوت ھم کو روزمرہ ملتا رھتا ھی — یعنی کسی اچھے یا برے کام کے شروع کرتے وقت انسان کے خیال میں دو قسم کی تحریکیں پیدا ھوتی ھیں — ایک اُس کے کرنے کے موئد ھوتی ھی اور ایک مخالف — اگر یہہ کام اچھا ھی تواس کے روکنے والی تحریک شیطانی ھوتی ھی اور اگر براھی تو رحمانی — ھر دو تحریکات مذکورہ بالا سے جس کو کام میں لایا جائے اُس کو قوت ھوتی ھے اور بے کار قوت کو ضعف ھوتا جاتا ھی — قواے بہیمی کو خواھشات نفسانی یا خواھشات رذیلہ بھی کہہ سکتے ھیں — یہہ وہ طاقت ھی جو انسان کو برائیوں کی جانب رھبری کرتی رھتی ھی — روزہ رکھنے سے ایسی مضرت رساں قوت میں کمزوری آتی جاتی ھی اور قواے ملکوتی یا رحمانی کو تحریک ھوتی رھتی ھی — نیک چلنی ایسا معزز جوھر انسانی ھی جس کی تعریف نہ صرف ایشیا ، بلکہ یورپ کی مصلحین قوم نے بھی کی ھی — مشہور ڈاکٹر سمول

اسمائلس اپنی کتاب سلف ہیلپ میں لکھتا ہے "نیک چلنی ہی
زندگی کا فخر و تاج ہے — انسانی مقبوضات میں نیک چلنی سب سے اعلیٰ
رتبہ رکھتی ہے — یہ انسان کے دل پر حکومت کرتی ہے — یہ ایسی
جائداد ہے جس کی ملکیت میں آگئی، گویا اُس نے ایک حکومت
حاصل کرلی ......" — روزہ رکھنے سے جب نفس قابو میں آجائے گا
تو پھر نیک چلنی کی صفت اپنے میں پیدا کرلینا کچھ زیادہ دشوار
نہیں ہے — حقیقت میں روزہ نیک چلنی جیسی مفید اور ضروری
صفت کو حاصل کرلینے کے واسطے ایک آسان عملی طریقہ ہے —
مشہور ہے کہ سکندر کا اتالیق ارسطو اپنے شاگرد کو بعض مرتبہ فاقہ
دیکر کھانا دیتا تھا — جب اُس سے اس کا باعث دریافت کیا گیا تو
ارسطو نے جواب دیا کہ یہ وہ اس لیئے کرتا ہے کہ سکندر کو بھوک کی
تکلیف کا اندازہ ہو اور بھوکے ابنائے جنس کے ساتھ ہمدردی ہو — ہمارے
مقدس ہادی نے روزہ میں یہ حکمت بھی رکھی ہے، تاکہ مسلمان لوگ بھوک
اور پیاس کی تکلیف کا اندازہ کرسکیں اور بھوکے پیاسے ابنائے جنس کو بجائے
حقارت کے ہمدردی کی نظر سے دیکھیں — اور روزہ میں جو مسلمانوں پر
بھوک پیاس کی تکلیف گذرتی ہے اُس کا خیال کرکے بھوکے پیاسے
ابنائے جنس کی مدد کی تحریک اُن کے دلوں میں پیدا ہو —
روزہ دار کو ترک اکل و شرب کے ساتھ ہی یہ بھی شرعی ہدایت ہے
کہ جھوٹ بولنے سے، غیبت کرنے سے، بہتان لگانے سے اور دیگر رذیل
نفسانی خواہشات سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے — ان شرعی احکامات پر غور
کرنے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ روزہ اخلاقی عیوب کو رفتہ رفتہ ترک کرنے کی
عادت ڈالنے کے واسطے ایک سہل ترین نسخہ ہے — روزہ دار صبر جیسی
مفید صفت کا پورا عادی ہوتا ہے — اگر خدا نخواستہ روزہ دار پر
بھوک اور پیاس کی کوئی مصیبت پڑے تو اُس کو نہایت تحمل اور
بردباری سے ایک حد تک برداشت کرسکتا ہے جو ایک غیر عادی
انسان سے ممکن نہیں ہے — غرضکہ روزہ اپنے اُن پابندوں کو جو اُس کو پوری
حزم و احتیاط سے رکھتے ہیں پاک بازی، صبر، تحمل، ہمدردی اور
نفس سرکش پر قابو جیسی مفید اخلاقی اور تمدنی صفات کا رفتہ رفتہ
عادی کردینے کا بہت آسان آلہ ہے — وہ غیبت، دروغ گوئی، اتہام
اور استعمال خواہشات رذیلہ جیسے بنی نوع انسان کی مضرت رساں

اخلاقی عیوب کی نہایت سہل طور پر بیخ کنی کردیتا ہی - روزہ سے یہہ اور اس کے علاوہ بہت سے روحانی، اخلاقی، تمدنی فرضیکہ دنیوی اور دینی مفادہیں *

حج

مذہب اسلام کے متبعین پر خانہ کعبہ کے حج کو اپنی عمر میں ایک مرتبہ جانا فرض ہی - قرآن مجید میں اس کا صریحی حکم موجود ہی جہاں کہا گیا ہی " واتموا الحج والعمرۃ للہ " (اور حج اور عمرۃ کو خدا کے واسطے پورا کرو) - جو اہل اسلام زاد راہ کی استطاعت نہیں رکھتے یا کسی اور وجہ سے مجبور ہیں وہ فریضہ حج کے ادا کرنے سے مستثنی ہیں — مکہ مکرمہ سے باہر رہنے والے اہل مقدرت مسلمانوں کو اس فرض کے ادا کرنے کے واسطے اپنے وطن سے نکلکر سفر کرنا ضروری ہوجاتا ہی اور سفر کی صعوبتیں برداشت کرنے کی وجہ سے مسلمان اہل دولت آرام طلب اور کاہل نہیں ہونے پاتے — اُن میں پھرتی اور عملی قوت ہر وقت متحرک رہتی ہی — سفر اور سیاحت (جو فریضہ حج کے ادا کرنے کے واسطے ایک لازمی عنصر ہی) اُس کی نسبت پرانے اور نئے خیالات دونوں متفق ہیں کہ یہہ معراج ترقی کا ضروری زینہ ہی - سفر کے متعلق عربی کا مقولہ ہی " السفر وسیلۃ الظفر " (سیاحت فتح مندی کا ایک ذریعہ ہی) — سیاحت کے ذریعہ سے بنی نوع انسان کو اس قدر کثرت سے فوائد حاصل ہوئے ہیں جن کو شمار کرنے کے واسطے ایک جداگانہ ضخیم کتاب کی ضرورت ہی — صرف کولمبس کی لیاقت کا نتیجہ ہی کہ نئی دنیا (امریکا) اور پرانی دنیا کے درمیان تعلقات قایم ہوئے - اور پرانی دنیا کی روز افزوں انسانی نسل کو آباد ہونے کے واسطے نئی دنیا میں وسیع قطعات زمین دستیاب ہوئے — وان ہمبولٹ نے جرمنی سے نکلکر سفر کیا اور اپنے وطن میں واپس پہنچکر فطرتی علم (نیچرل سائنس) کے متعلق اپنی وسیع تحقیقات علماء محققین کے سامنے پیش کی — ڈاکٹر نانسن، کمانڈر پیری اور اب آخر میں کپتان ایمنڈسن کی سیاحت قطب شمالی سے بہت سی نئی معلومات اور قطب شمالی کے عجیب عجیب حالات سے اہل دنیا کو آگاہی ہوئی - سیاحتوں کی بدولت نئی نئی خشکیاں دریافت ہوتی رہی ہیں، جس سے بنی نوع انسان کی آبادی میں کشادگی اور فراخی ہوتی رہی ہی؛ اور ساتھہ ہی نباتاتی آزوقہ کے اضافہ کے ذرایع حاصل ہوتے رہے ہیں —

زمانہ عروج اسلام میں جبکہ مسلمان مذہبی فرائض کی ادائگی میں ایسے سست نہیں تھے جیسے کہ آج کل ہیں، اس قسم کے بہت سے سیاح گذرے ہیں جنہوں نے صرف حج کرنے کے واسطے اپنے گھروں سے نکل کر سفر اختیار کیا اور حج سے واپس ہوکر اپنی مسافرت کے تجربوں کا اور معلومات کثیرہ کا ذخیرہ اپنے سفر ناموں کے ذریعہ سے دنیا کے سامنے پیش کیا، جس سے علم تاریخ، جغرافیہ اور نیچرل سائنس میں بہت بڑا اضافہ ہوا — آج کل کے مغربی علما جو ان علوم کی ترقی کی دھن میں مصروف ہیں تاقیام دنیا ایسے حاجی سیاحوں کے مشکور رہینگے — ابن جبیر اندلسی (جس نے چھٹی صدی ہجری میں سیاحت کی ہی اور جو دنیا کے مشہور سیاحوں میں شمار ہوتا ہی) وہ صرف فریضہ حج ادا کرنے کے واسطے گھر سے نکلا تھا، اور سفر حج سے اپنے وطن میں واپس پہنچکر ابن جبیر نے وہ مشہور سفر نامہ لکھا جو اس کے نام سے موسوم ہی — ابن بطوطہ (جس کا سفر نامہ مورخین یورپ اپنی تصانیف میں بطور سند کے پیش کرتے ہیں اور اہل مغرب کی بہت سی مستند تاریخوں کا وہ ماخذ ہی) یہ شخص بھی صرف فریضہ حج ادا کرنے کے واسطے آٹھویں صدی ہجری میں اپنے وطن طنجہ (واقع مراکو) سے نکلا تھا، اور ربع صدی سے زیادہ اس نے سفر کی حالت میں بسر کیا — اس طویل المدت سفر کی بدولت جو اس کو فریضہ حج کی وجہ سے کرنا پڑا، ابن بطوطہ اپنی ہمجنس مخلوق کے واسطے اس زمانہ کی تاریخ اور دیگر عجائبات کا حصہ قلم بند کرگیا ہی جس سے رہتی دنیا تک اس کے ابنائے جنس متمتع ہوتے رہینگے — علاوہ ان کے اور بھی بہت سے بزرگوں نے زمانہ عروج اسلام میں صرف ادائے فریضہ حج کی غرض سے دور دراز سفر کیئے ہیں اور اپنے سفر نامے اور تجربات قلم بند کیئے ہیں جن میں سے بہتسوں کی بے بہا تصانیف یورپ کے مشہور کتب خانوں کو زینت دے رہی ہیں اور جن کی اسم شماری بھی یہاں طوالت کی وجہ سے نظر انداز کی جاتی ہی — ہمارا مطلب صرف مختصر طور پر سفر کے فوائد کا شمار ہی جو ان چند مثالوں سے بخوبی سمجھہ میں آسکتا ہی — حج جس میں سیاحت و سفر لازمی ہی اس نظر سے اسلام کا کیسا مفید فرض ہی! حج کے سفر سے تجارت پیشہ مسلمان خاص طور پر فائدہ اٹھا سکتا ہی — علاوہ اس کے کہ یہہ فرقہ

اپنا تجارتي مال مکہ کو لیجاکر وہاں خاطر خواہ تمتع حاصل کرے ' ایام حج میں مختلف دیار و امصار کے مسلمانوں سے اپنے مفید مطلب معلومات حاصل کرسکتا ہی ' ہر ملک کي ضروریات سے پورے طور پر ماہر ہوسکتا ہی اور اسی ذریعہ سے وہ اپني تجارت کو وسیع پیمانہ پر ترقي دے سکتا ہی — قرآن مجید میں بهي حج کے اس فائدہ کي جانب اشارہ کیا گیا ہی ؛ چنانچہ سورہ حج میں ہی "واذن فی الناس بالحج یاتوک رجالا و علی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق لیشہدو منافعہم " (یعني لوگوں میں حج کي شہرت کردے آوینگے تیرے پاس لوگ پیدل اور اپنے اونٹوں پر سوار دور کے راستوں سے اس لیئے کہ اپني منفعتوں کو پاویں) — اسي طرح کان کن مختلف ممالک کي ارضي دولت کا حال دریافت کرسکتا ہی ' کاشتکار ہر ملک کے طریقہ کاشتکاري سے ماہر ہوسکتا ہی اور اگر اپنے مروجہ طریقہ سے کوئي آسان تر طریقہ اُس کو معلوم ہوجاے ' تو اُس سے پورے طور پر استفادہ حاصل کرسکتا ہی — سر سید احمد خاں علیہ الرحمۃ نے اپني تفسیر میں حج کي حقیقت لکھتے ہوئے ایک جگہہ لکھا ہی جس کو اُنہي کے الفاظ میں نقل کردینا مناسب ہی — وہ لکھتے ہیں " اس میں دنیوي منفعت کے سوا روحاني بهي بہت بڑي تربیت ہی — اول اُس بزرگ یعني حضرت ابراہیم کي سالانہ یاد گار ہے جو دنیا کي قوموں کے لیئے اور خداے واحد کا نام دنیا میں پهیلانے کے اور فطرت اللہ یا دین اللہ کو تمام دنیا میں شائع کرنے کا باعث ہوا — ایسے بزرگوں کي یادگاریں قایم رکهنا اور اُن کے پرانے تاریخي واقعات کو زندہ کرنا اُن کے دائمي احسانوں کا اعتراف کرنا ہی " — تهوڑي دور آگے چلکر سر سید اعظم فرماتے ہیں " یہہ یادگار ہی آیندہ اُنہیں نیکیوں اور فوائد کے جاري رکهنے میں بہت بڑي مددگار ہوتي ہی اور انسان کے دل کو نرم اور نیکیوں کي جانب راغب رکهتي ہی " — اس قسم کے سالانہ یادگاروں کے جلسے اور مجمعے کرکے فائدہ حاصل کرنے کو ممالک متمدنہ اور ترقي یافتہ بهي عملاً نظر استحسان و پسندیدگي سے دیکهتے ہیں ' اور یوروپ و امریکہ میں ہزارہا قسم کے یادگاري جلسے اور برسیاں ہوتي رہتي ہیں — غرض کہ حج ایک ایسا فرض ہی جس سے ہر شخص اپنے مذاق کے مطابق استفادہ حاصل کرسکتا ہی — حج میں انسان ہر ملک کے باشندوں کي جداگانہ

طرز معاشرت اور طریقہ تمدن سے آگاہی حاصل کرتا ہی ' جس سے اپنے ملک کے طرز معاشرت کے معائب و محاسن کا اندازہ کرکے اُس میں ترمیم کرسکتا ہی - حج میں مختلف ممالک کے مسلمان ایک دوسرے کے ہر قسم کے سوشیل اور پولیٹکل خیالات سے استفادہ حاصل کرتے ہیں جس سے اہل اسلام میں باہمی اپنے ہم مذہب بھائیوں سے ہمدردی پیدا ہوتی ہی - اور رشتہ مودت (جس میں ہمارے مقدس مذہب اسلام نے اپنے متبعین میں باہم جکڑ دیا ہی) اور مضبوط ہوجاتا ہی - ہمارے علیگڈہ کالج کے مشہور اور نیک نام سابق پروفیسر ڈاکٹر آرنلڈ فریضہ حج کی تعریف لکھتے ہوئے اپنی مشہور کتاب پریچنگ آف اسلام میں لکھتے ہیں "اعلی سے اعلی مذہبی ذہانت کی قدرت سے باہر تھا کہ مسلمانوں میں اخوۃ کا خیال پیدا کرنے کے لیئے اور یہہ بتانے کے لیئے کہ سب مسلمان بھائیوں کا شعار یکساں رہنا چاہیئے حج سے بہتر کوئی طریقہ ایجاد ہوسکتا ـــ کعبہ وہ جگہہ ہی جہاں زمانہ حج میں مغربی ساحل افریقہ کا نیگرو مسلمان ملک چین کے مسلمان سے ملتا ہی اور یورپ کا مہذب اور خلیق ترک اُس مسلمان بھائی کو پہچانتا ہی جو بحر ملایا کے حد مشرقی میں کسی جزیرہ کا وحشی باشندہ ہی " - یہہ فیصل شدہ امر ہی کہ شیرازہ قومی کی مضبوط بندش کے واسطے کسی خاص مرکز کی ضرورت ہی - دنیا میں کوئی قوم کامیاب اور نامور قوم نہیں ہوسکتی جب تک کہ اُس قوم کا کوئی خاص مرکز نہ ہو - قومی مرکز کا خیال ہوتے ہی انسان کی طبیعت میں ایک خاص تحریک پیدا ہوتی ہی جو قومی عزت کی اعلی ترین بنیاد ہی - یورپ ایک چھوٹا سا براعظم ہی ' مگر اُس خطہ کی مختلف قوموں کو دیکھیئے کہ گو اُن کی رنگتوں اور عادتوں میں بہت ہی تھوڑا فرق ہی ' مگر ہر ملک کا باشندہ صرف اپنے ملک کی قوم کا ممبر سمجھا جاتا ہی اور ہر قوم نے اپنا ایک مرکز مقرر کرلیا ہی جس کی ترقی اور رونق میں وہ قوم انتہائی کوشش کرتی ہی اور اُس کی عظمت خود کرنا اور اس عظمت کو دوسروں کے ذہن نشین کرنا اپنا فرض سمجھتی ہی - یہی قومی مرکز کی تفریق خطہ یورپ میں مختلف قوموں کا تفریقی پتہ اور معیار سمجھنا چاہیئے - ایک جرمنی کے باشندے سے دریافت کیجیئے کہ برلن کیسی جگہہ ہی تو وہ اُس شہر کی تعریف نہایت ہی مبالغہ سے کریگا اور یہہ ثابت کرنے کی

کوشش کریگا کہ پیرس سے بہتر دنیا میں کوئی شہر نہیں ہی - انگلستان کا رہنے والا اپنے مرکز لندن کی تعریف کرتے ہوئے اُس کو تمام دنیا کے شہروں میں فضیلت دینے کی کوشش کریگا - جاپانیوں کی زبانیں ٹوکیو کی تعریف کرتے ہوئے خشک ہوتی ہیں - باوجودیکہ سلطنت شخصیہ سے آزادی کے فرانسیسی قوم اپنے مرکز پیرس اور امریکن قوم اپنے مرکز نیویارک کی ترقی میں کروڑوں روپیہ صرف اس غرض سے صرف کرتی ہی کہ اُن کے قومی مرکز تمام دنیا کے شہروں پر فضیلت حاصل کرلیں - یہہ سب کچھہ محض اس غرض سے ہی کہ قومیت اور قومی عزت کا دار مدار کسی مرکز کی تخصیص پر قرار پاچکا ہی - یہہ صاف ہوچکا ہی کہ مذہب اسلام کسی خاص ملک یا کسی خاص نسل انسانی میں محدود نہیں ہی - اُس کی وسیع قومیت کا صرف ایک نشان یا ایک خیال توحید ہی جو ہر ملک میں ' ہر نسل میں ' ہر جگہہ پھیلا ہوا ہی اور مذہب اسلام (جس کا یہہ واجبی دعوے ہی کہ وہ خدائی قومیت کی روح پھونکنے کے واسطے دنیا میں آیا ہی) اُس نے اپنے شیرازۂ قومی کی حفاظت کے واسطے وہ خاص مقام مسلمانوں کا قومی مرکز مقرر کیا جس کی بنا اُس بے چون و چگون الہی ذات کی عبادت کے واسطے ابراہیم علیہ السلام نے ولادت حضرت عیسی علیہ السلام سے دو ہزار برس قبل ڈالی تھی جنہوں نے باوجود ایک بت پرست خاندان میں پیدا ہونے کے اپنی خلقتی صفت نبوت کے ذریعہ سے بجاے بتوں کے خداے واحد کی پرستش کا رواج دیا - کعبہ کو مسلمانوں کا قومی مرکز کرنے میں ایک بڑی حکمت یہہ ہی کہ مسلمان جب کعبہ کی جانب منہہ کرکے کھڑے ہوں اُس وقت توحید باری کا خیال آتے ہی اُن کے دل میں قومیت کا اثر بھی تازہ ہوتا رہے ' اور ہر سال حج کے ذریعہ سے دنیا کے مختلف ممالک اور مختلف دیار و امصار کے مسلمانوں کے درمیان باہمی اتحاد قومی کی تجدید ہوتی رہے اور ہر ملک کے مسلمان قایم مقام اپنے قومی مرکز میں اکھٹے ہوکر دوسرے ملک کے ہم مذہب بھائیوں کو اپنے ملک کے مسلمان بھائیوں کی یاد تازہ کراتے رہیں - جن اہل اسلام کو خود فریضۂ حج ادا کرنے کا شرف حاصل ہوچکا ہی اور جو لوگ اُس مسرت کامل اور حقیقی جوش کا ذاتی تجربہ رکھتے ہیں وہ مجھسے اتفاق کرینگے کہ اُس مسرت اور جوش کے اندازہ کا اظہار الفاظ اور تحریر

میں آنا ممکن نہیں ہے جو اُس وقت پیدا ہوتا ہے جبکہ ایک مسلمان اپنے گرد و پیش اپنے لاکھوں ہم مذہبوں کو ایک لباس (یعنی احرام) میں " انما المومنون اخوۃ " کی عملی صورت میں صرف ایک اور سچے خدا کو لبیک کہکر حاضری دیتے دیکھتے ہیں - اُس اثر کا بیان یا تحریر انسانی قدرت سے خارج ہے جو انکے بہت سے مختلف درجونکے مسلمانوں کو یکساں حالت میں دیکھکر پیدا ہوتا ہے جس میں آقا اور ملازم ' محتاج اور اہل ثروت کا امتیاز ناممکن ہے — اور صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ یہہ سب کے سب صرف ایک قادر مطلق کے غلام ہیں اور باہم ایک درجہ رکھتے ہیں او: ایک ہی مقدس مذہب کے پیرو ہیں — کیا اس سے بہتر ذریعہ اہل اسلام کی باہمی مساوات اور اپنے ہم قوموں میں جذبۂ قومیت (نیشنل فیلینگ) پیدا کرنیکا ہوسکتا ہے جو مذہب اسلام کی دنیوی برکات کا بھاری حصہ ہے ؟

ایک غیور طبیعت کے واسطے جس نے یہہ سمجھہ لیا ہو کہ اسلام کا اصول اول توحید باری تعالیٰ ہے اور اسلام نے سب سے بڑا کام یہہ کیا ہے کہ ماسوا اللہ جس قدر ایسے زوائدات تھے جن سے شرک فی اللہ کا شبہہ ہوتا تھا ' سبکو نیست ونابود کردیا یہاں پہونچکر کہ حج ونماز میں کعبہ ایک خصوصیت رکھتا ہے ایک قسم کا خلجان ہونا ضروری ہے — لیکن یہہ خلجان صرف اُس وقت تک باقی رہتا ہے جب تک اس مسئلہ پر گہری نظر نہ ڈالی جاے — یہہ مانی ہوئی بات ہے کہ جب تک کسی خاص سمت توجہہ نہ کی جائے اور جب تک کوئی ایک خاص خیال قائم نہ کیا جائے دوسرے مختلف توجہات سے (خواہ وہ دینی ہوں یا دنیوی) طبیعت کا یکسو ہونا دشوار ہے — اسی واسطے دنیا کے ہر ایک عقیدہ میں یہہ بات لازمی کی گئی ہے کہ عبادت کرتے وقت کسی ایک جانب منہہ کر کے دیگر خیالات سے یکسو ہونے کی کوشش کی جاے ' تاکہ خاص طور پر معبود کی جانب قلب مائل ہوجائے — جناب رسالت مآب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل تمام اہل کتاب فرقے بیت المقدس کی جانب منہہ کرکے عبادت کرتے تھے اور اہل عرب (جن میں اکثر یہودی

اور عیسائی تھے) بیت المقدس کو اس قدر عظمت دینے لگے تھے کہ وہ عظمت شرک فی اللہ اور بت پرستی کے درجہ تک پہونچ گئی تھی — جب مذہب اسلام کی روشنی نے غار حرا سے نکل کر دنیاکو منور کیا اور اس مقدس مذہب نے معبودہاے غیر اللہ کا استیصال قطعی اپنے پروگرام کا جزو اعظم قرار دے لیا ؛ اُس وقت بیت المقدس کی یہہ حالت تھی کہ وہاں حضرت عیسیٰ کی مورتی پرستش کے واسطے رکھی ہوئی تھی ؛ حضرت عیسیٰ کی قبر کو معبود کی قبر سمجھکر پوجا جاتا تھا — رومیوں کے دیوتا جوپیٹر کی پرستش گاہ بیت المقدس قرار دیا گیا تھا ؛ ہیکل سلیمان کی پوجا کی جاتی تھی ؛ اور ان سب اجزا میں شان الوہیت سمجھی جاتی تھی — ان تمام حالات کے ساتھہ بیت المقدس نے اپنے بانی حضرت سلیمان علیہ السلام کی اصل منشا اور غرض سے ہٹ کر ایک بت خانہ کی صورت اختیار کرلی تھی — ہمارے حضور سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم (جنکی خلقت میں پرستش ماسوا اللہ سے نفرت ودیعت ہوچکی تھی) ایسے پرازحشو وزوائد مکان کی سمت کو اپنا قبلہ بنانا کب گوارا کرسکتے تھے ؟ چنانچہ آپ نے حضرت ابراہیم کی مسجد حرام کو (جس کو کعبہ کہتے ہیں) والسمت مقرر فرمایا جس طرف منہہ کرکے خداے واحد ویکتا کی عبادت کی جاے — ساتھہ ہی حرم کعبہ کو اُس حشووزوائد سے پاک وصاف کردیا اور وہ معبود ہاے مصنوعی اُس میں سے نکالکر پھینکدئے جو امتداد زمانہ اورجاہلیت کے متوہمانہ خیالات سے انسانوں نے خانہ کعبہ میں رکھہ دئے تھے — پھر اس خیال سے کہ مبادا اہل اسلام کعبہ میں شان الوہیت سمجھنے لگیں قران مجید میں متعدد جگہہ اس کو صاف کردیا گیا ہی کہ کعبہ ایک مسجد گاہ (مسجد) سے زیادہ کوئی حقیقت نہیں رکھتا اور جہات یاسمتیں سب خدا کی ملکیت ہیں — چنانچہ اس کو کھول کر کہدیا گیا " اللہ المشرق والمغرب فاینما تولوافثم وجہ اللہ " (مشرق اور مغرب خداہی کے واسطے ہی جدھر تم منہہ کرو پھر اُدھر ہی خدا کا منہہ ہی) ایک جگہہ اس سے بھی صاف طور پر کہدیا گیا ہی " لیس البران تولوا وجوہکم قبل المشرق والمغرب " کہ یہہ کچھہ نیکی نہیں ہی کہ تم اپنے منہہ مشرق اور

مغرب کی طرف پھیردو — سمت قبلہ کی نسبت سر سید احمد علیہ الرحمتہ ایک جگہ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں "مبارکی ہو اُس کو یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جس نے اُن تمام نشانوں کو مٹادیا اور اُس بے نشان کی عبادت کو بغیر کسی نشان کے قائم کیا اور بحروبر اور پہاڑ اور گھر اور مسجد سب میں یکساں خدا کی عبادت ہونا سکھا دیا کوئی سمت خدا کی عبادت کے لئے مخصوص نہیں کی یہہ سمجھنا کہ کعبہ کی سمت خدا کی عبادت کے لئے مخصوص ہے محض غلطی ہے اور بانی اسلام کی ہدایت کے خلاف وہ سمت عبادت کے لئے مخصوص نہیں ہے بلکہ ایک تمیز اور تفرقہ کے لئے مخصوص ہے اس سے یہہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کعبہ کی خصوصیت اصول مذہب اسلام یعنی توحید میں کوئی رخنہ نہیں پیدا کر سکتی *

زکوۃ

منجملہ فرایض اسلام کے ہر اہل مقدور مسلمان پر زکوۃ سال بھر کے بعد اپنے اُس زائد از ضرورت مال میں سے نکالنا فرض ہے جس کو ملکیت میں آئے ہوئے بارہ مہینے گذر جائیں — زکوۃ کی مقدار سال بھر میں موجودہ مال میں سے چالیسواں حصہ رکھی گئی ہے — یہہ فرض اہل حاجت برادران دین اور اسلامی ملک کا اپنے متمول مسلمان بھائیوں پر ایک حق ہے اور مخروجہ زکوۃ کو اپنے غریب اور مفلوک الحال بھائیوں کی دستگیری یا دیگر رفاہ عام کے کاموں میں صرف کرنا اہل مقدرت مسلمان پر لازمی ہوجاتا ہے — یہہ فرض بھی منجملہ دیگر دلایل کے اس دعوے کی ایک دلیل ہے کہ اسلام ہر درجہ کے بنی آدم کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے دنیا میں آیا ہے اور یہہ مذہب بلا خیال مراتب تمام گروہ بنی نوع انسان کو یکساں نظر سے دیکھتا ہے — سال بھر کے بعد چالیسواں حصہ ایک اتنی تھوڑی مقدار ہے جس کو علحدہ کرنا ایک صاحب مقدرت انسان کو ذرا بھی گراں نہ گذرے گا اور ایک ضرورت مند اُس سے پورے طور پر متمتع ہوجائیگا — یہہ فرض مسلمان اہل دولت کو " انما المومنون اخوۃ " کی سالانہ یاد دلاتی ہے ، تاکہ وہ اپنے محتاج دینی بھائیوں کو بھول نہ جائیں —

اگر ایسے لوگوں کی پرورش کا بار اُن کے متمول ہم مذہبوں پر نہ ڈالا جائے تو اُس کا نتیجہ یہہ ہوگا بنی نوع انسان کا ایک بڑے گروہ بھوک پیاس سے ہلاک ہوجائے، یا وہ لوگ غیروں کے سامنے اپنا دست حاجت دراز کرنے پر مجبور ہوجائیں جس سے بڑھکر اُن کے ہم مذہبوں کو ننگ کی کوئی بات نہیں ہوسکتی ہی—ذکوۃ کی فرضیت کی ایک وجہ ذیل کی مثال سے پورے طور پر سمجھہ میں آسکتی ہی — مثلاً سمجھہ لیجئے کہ زید باوجود کثرت دولت کے کسی طرح مجبور نہیں ہی کہ کسی جزامی اپاہج یا دوسرے قسم کے اہل حاجت کی مدد کرے یا کسی طالب علم کا وظیفہ مقرر کرے، یا کسی پبلک انسٹیٹیوشن یا رفاہ عام کے کام میں اعانت کرے — مگر چونکہ زید مسلمان ہی اور ازروے مذہب اسلام ذکوۃ کا نکالنا اُس پر فرض ہی تو زید کے مال پر ایک سال گذر جانے کے بعد اُس کو اپنے مال میں سے ذکوۃ ضرور علحدہ کرنا ہوگی جس کے بعد زید کو بلا کسی بیرونی تحریک کے متروجہ ذکوۃ کے مصرف کے واسطے مناسب موقع تلاش کرنا ہوگا — اگر اہل مقدرت مسلمان ذکوۃ کے مقدس فرض کی پوری پوری پابندی کرنے لگیں اور اُس پر کاربند ہوجائیں تو اُن کے ہم مذہب اور ہم قوم اہل ضرورت اپنے حوائج ضرور یہہ سے بالکل مستغنی ہوجائیں اور صدہا یتیم اور لاوارث بچے اور بے وسیلہ بیوائیں غیر مذہب حضرات کی قبضہ میں جاکر صرف نان و نفقہ کے عوض اپنے سچے اور مقدس مذہب اسلام کو خیر باد کہنے سے بچ جائیں اور مسلمانوں کے شفاخانے، یتیم خانے اور محتاج خانے سیکڑوں کی تعداد میں کھل جائیں — اُن کے اسکول اور کالجوں کی تعداد میں بے انتہا ترقی ہوجاے اور موجودہ انسٹیٹیوشنوں کی مالی حالت بے انتہا عمدہ اور اطمینان بخش ہوجائے اور اُن کے منتظموں کو اس طرف سے بے انتہا بےفکری ہوجائے اور ایسے پبلک اور رفاہ عام کے کام چلانے میں بجائے موجودہ دشواری اور زحمت کے نہایت آسانی ہوجائے—اس کے سوا ذکوۃ دینا ترقی اور وقار اور قیام عزت و وجاہت کے واسطے بہترین ذریعہ ہی — چونکہ ذکوۃ دینا ہی اُس کے دیگر ابناے جنس ذکوۃ دینے والے کو اعتبار اور وقعت اور محبت کی نظر سے دیکھتے ہیں — ذکوۃ، سخاوت اور جود کا ایک ایسا معتدل طریقہ ہی جو اس فرض کے پورا کرنے والے کو اسراف کی تکلیف اور بخل کی بدنامی دونوں سے محفوظ رکھتا ہی—ساتھہ اور اعتبار عام (جس کے

حاصل کرنے کي کوشش میں تجارت پیشہ گروہ اور دولت مند لوگ ہمیشہ سرگرداں رہتے ہیں اور جس میں ذرا سا فرق آتے ہي بڑے بڑے کاروباریوں کے دیوالے نکل جاتے ہیں) ذکوۃ نکالنا اُس کي حفاظت کے واسطے ایک نہایت کم قیمت اور آسان تدبیر ہی - اگر خواہاں ساکھہ حضرات ذکوۃ نکالنے کي پابندي کریں تو ذکوۃ کے سالانہ اخراج پر اُن کے تمول کا شہرہ ہوجانے سے اُن کا اعتبار اور ساکھہ پبلک کي نظر میں دوبالا ہوجاے - ہمدردي جیسا متبرک جوہر جس کي تعریف میں اور جس کي ضرورت پر مغرب اور مشرق کے قریبا تمام مصلح ایک زبان ہیں اور جس کي نسبت ڈاکٹر سیموئل سمائلس اپني مشہور کتاب "ڈیوٹي" میں لکھتا ہی : "عمدہ ترین اخلاق اور اعلی ترین اشخاص نہایت ہي ہمدرد ہوتے ہیں" — ایک دوسري جگہ لکھتا ہی "وہ شخص جو دوسروں کي نہ معاونت کرتا ہی نہ اُن سے ہمدردي کرتا ہی بسا اوقات ایسا ہي صلہ پاتا ہی" - شیخ سعدي نے اس مطلب کو اپني کتاب بوستاں میں اس شعر میں ادا کیا ہی :

بحال دل خستگاں در نگر ● کہ با رے دل خستہ باشي مگر

ایسي اعلی خصلت اپنے آپ میں پیداکرنے کے واسطے ذکوۃ نکالنے کي عادت ڈالنا عمدہ اور بہترین تدبیر ہی - خدا سب اہل مقدرت مسلمانوں کو ایسے مفید اور ایسے ضروري فرض کي پابندي کي توفیق عطا فرمائے ؛ تاکہ بھي خواہاں قوم کو پبلک اور قومي کاموں کے سرمایہ کي فراہمي میں اس قدر درد سري نہ کرنا پڑے جیسا کہ اب کرنا پڑتي ہی اور اس میں آساني ہوجاے ●

حرمت شراب

از روے مذہب اسلام جس طرح مفید اعمال کا کرنا فرض کیا گیا ہی ؛ اسي طرح مضر اعمال اور مضر اشیاء کا استعمال حرام کیا گیا ہی — مذہب اسلام میں محرمات شرعي کے درجہ میں تمام ایسي اشیا رکھي گئي ہیں جن کے استعمال سے صحت انساني پر خراب اثر پڑے یا ایسے اعمال رکھے گئے ہیں جن کے کرنے سے کار و بار دنیوي میں ابتري واقع ہو - شراب کا پینا اسلام کي رو سے حرام ہی — شراب خوري کا سب سے پہلے یہہ اثر ہوتا ہی کہ اس کے پینے والے کي عقل جاتي رہتي ہی اور شراب کے پے در پے حملوں سے دماغ نہایت کمزور ہوجاتا

ہی ـ اعصاب ڈھیلے ہوجاتے ہیں ، ہاتھوں میں رعشہ پیدا ہوجاتا ہے ـ معدہ میں پہونچ کر شراب ہضم نہیں ہوتی ، بلکہ اپنی حالت پر قایم رہتی ہی ـ جب معدہ قبول نہیں کرتا تو جگر میں جاکر اُس کا ستیاناس کرتی ہی ــ بعض دفعہ معدہ میں جو کچھہ ہوتا ہی اُس کو ہمراہ لیکر منہ کی راہ باہر نکل جاتی ہی ــ شراب کے نشہ کی حالت میں شراب خور اور ایک دیوانے میں کوئی فرق نہیں رہتا ـ یہہ ایسی حالت ہی کہ اس میں خود اپنا یا کسی دوسرے کا نقصان کرلینا یہہ خراب اثر شراب خور میں پیدا ہوجاتا ہی ـ اور شراب خوری کی یہہ ایسی خراب صفت ہی جس کی وجہ سے شراب پینے والا شخص سوسیٹی پر بار ہوجاتا ہی ــ تاریخ میں ایسی بہت سی مثالیں دستیاب ہوسکتی ہیں کہ شراب خوری کی مذموم عادت کی وجہ سے کسی فرد واحد نے قوموں کو ناقابل تلافی نقصان پہونچا دیا ہی ــ یہاں جزیرہ پیرم کا حال بیان کردینا کافی ہی ، جو ایک فرانسیسی افسر کی شراب خوری کی بدولت فرانسیسی قوم کے ہاتھہ سے جاتا رہا ـ اس کا قصہ یہہ ہی کہ فرانسیسی امیر البحر نے ایک فرانسیسی افسر کو غیر آباد خالی جزیرہ پیرم پر فرانسیسی جھنڈا گاڑ کر قبضہ کرلینے کا حکم دیا ــ یہہ افسر عدن میں آکر ایک انگریزی افسر کا مہمان ہوا اور دعوت کے موقع پر شراب کے نشے سے بد مست ہوکر اس فرانسیسی افسر نے اپنے خفیہ ارادہ قبضہ پیرم کا اظہار کردیا ــ انگریز میزبان نے قبل اس کے کہ اُس کا فرانسیسی مہمان ہوش میں آئے ، اپنے ایک ماتحت کو حکم دیا کہ فوراً جزیرہ پیرم پر انگریزی جھنڈا گاڑ دیا جائے ــ چنانچہ اس انگریزی افسر نے حکم پاتے ہی جہاز لے جاکر پیرم پر انگریزی جھنڈا گاڑ دیا ؛ اور شراب خانہ خراب نے فرانسیسی ارادہ کو اپنے ادنیٰ اثر کے ذریعہ سے برباد کردیا ــ شراب نوشی ہی کی بدولت ہندوستان کے مشہور بادشاہ شاہجہاں کا بیٹا مراد تباہ و برباد ہوا اور اسی "جمع الاثم" کی مدھوشی کا اثر مراد کی نہایت آسانی سے گرفتاری اور بالآخر اُس کی موت کا باعث ہوا ــ اگر مراد شراب کا عادی نہ ہوتا تو غالباً ایسی آسانی سے وہ تباہ و برباد نہ ہوتا ــ شراب کا استعمال انسان کی تندرستی پر خطرناک اثر کرتا ہی ـ اس کے استعمال سے پھیپھڑے کے امراض پیدا ہوجاتے ہیں ؛

پھیپھڑا گل جاتا ھی — صرف شراب کي بدولت بہت سے نوجوان قبل از وقت موت کا شکار ھوجاتے ھیں — مجھے ایسے بعض بد قسمت اشخاص کا حال معلوم ھی جن کي موت صرف شراب کي وجہ سے واقع ھوئي اور شراب نے اُن کا پھیپھڑا اس قدر گلا دیا کہ قے میں اُس کے ٹکڑے مونھہ کي راہ باھر نکل گئے — کوئي شراب ایسي نہیں ھوتي جس میں الکوھل کي ایک خاص مقدار نہ ھو — مثلاً شیري شراب میں في لٹر ۱۹۶۹۴ گرام الکوھل ھی ، شامپین شراب میں في لٹر ۱۴۱۰ گرام الکوھل ھی ، کلارٹ شراب میں ۱۲۶۱۴ گرام في لٹر الکوھل ھی — الکوھل ایک آتش شعلہ انگیز شے ھی جس کے بے دود شعلے نیلے رنگ کے ھوتے ھیں — الکوھل اپني بے انتہا گرمي کي وجہ سے مثل ایندھن کے ھر وقت مشتعل رھتا ھی — یہي وجہ ھی کہ شراب کي جلا ڈالنے والي گرمي کي برداشت انسان کے اعضاے رئیسہ خاصکر کلیجے کا پھیپھڑا برداشت نہیں کرسکتا اور شراب کے استعمال سے وہ گل کر باھر نکل آتا ھی — خود شراب پینے والے لوگ بھي اس کا یقین رکھتے ھیں کہ شراب ایک قاتل چیز ھی اور اس میں مہلک زھریلا مادہ زیادہ ھی — اسي وجہ سے اُس کے استعمال کے پیمانے مقرر کراے گئے ھیں ، مگر شراب کے نشے کے بعد انسان کو اتنا ھوش ھي نہیں رھتا کہ پیمانہ کا لحاظ رکھہ سکے اور جو زھریلا مادہ رفتہ رفتہ پیمانہ کي وجہ سے انسان کے اعضاے رئیسہ کو متاثر کردیتا ھی مدھوش ھوجانے کے بعد خم کے خم چڑھانے سے اُس قاتل مادہ کي زیادہ زیادہ مقدار اُن اعضا میں پہونچتي رھتي ھی — شرابي آدمي کے راز ھاے دلي معلوم کرلینا کچھہ مشکل نہیں ھیں — اُس کو ذرا سي شراب پلادیجئے اور وہ سرور میں آکر اپنے دلي راز آساني سے بغیر دریافت کئے اُگل دے گا — علم کي ترقي کے ساتھہ ھي جبکہ شراب کے اجزاے کیمیاوي علیحدہ علیحدہ کراے گئے اور اُس کے قاتلانہ مضرتوں سے آج کل کے علماے مغرب کو واقفیت ھوئي تو باوجود غیر مسلم ھونے کے اُن میں سے اکثر نے شراب کي مضرتوں کو محسوس کیا اور موجودہ ممالک متمدنہ میں بھي تارک الخمر مجالس جا بجا قایم ھوگئیں جو آج پوري کامیابي کے ساتھہ چل رھي ھیں ، اور اس طریقہ میں ھر قوم اور ھر ملک عملي صورت میں اسلام کے مفید معاشرتي اصول حرمت شراب کي تعمیل کررھا ھی —

جس کا حکم اب سے تیرہ سو برس پہلے سے اسلام کررہا ہی ، جبکہ نہ
علم کیمسٹری تھا نہ شراب میں الکوہل کی مقدار معلوم تھی — صرف
اُس قادر مطلق کے علم میں یہہ سب باتیں تھیں جس نے اپنے نبی کے
ذریعہ سے اس مہلک زہر کی برائی کی وجہ سے اہل اسلام کو اس کے
استعمال کی ممانعت کی اور اُن پر استعمال شراب حرام کردیا گیا ٭

حرمت ربا

قرآن مجید کی آیت ہی " و احل اللہ بیع و حرم الربا " اور (" بیع
حلال کی اللہ تعالے نے اور ربا (سود) حرام کیا ") اس آیت سے صریح
طور سے سود لینے کی حرمت نکلتی ہی اور معلوم ہوتا ہی کہ مذہب
اسلام کی رو سے سود لینا حرام کیا گیا ہی — سود خور آدمی آرام
طلب ہوجاتا ہی ' اور بالآخر وہ اس قدر کاہل ہوجاتا ہی کہ اُس
سے کسی قسم کی محنت و مشقت نہیں ہوسکتی — اُس کی نظر پرایے
مال پر ہوتی ہی — یہہ حالت ایسی ہی کہ انسانی تمدن پر
اُس کا نہایت خراب اثر پڑتا ہی — بہترین تمدن انسان کا محنت سے
روٹی کمانا ہی — سستی ' کاہلی اور آرام طلبی یہہ انسان کی مذموم
صفات ہیں جو سود خوری سے انسان میں پیدا ہوجاتی ہیں —
سود خور میں مادہ حرص بہت زیادہ پیدا ہوجاتا ہی ' اور ان وجوہ
سے سود خور کے ابنائے جنس اُس سے نفرت کرنے لگتے ہیں — انگلستان
کا مشہور ڈراما نویس شیکسپیر (جس نے اپنے زور قلم سے انگلستان
میں قسم قسم سے قومیت کی بنیاد کو مضبوط کیا ہی اور جس نے
اپنے ملک کی اصلاح کی غرض سے زندہ قصہ ڈراما کے ذریعہ سے
بہت سے افعال قبیحہ اور حسنہ کا نتیجہ دکھایا ہی) اُس کے مشہور
ڈراما " مرچنٹ آف وینس " کو مطالعہ کیا جاے تو "شائلاک یہودی"
کے طرز عمل میں سب سے زیادہ یہی برائی نظر آئے گی کہ وہ سود
خور تھا — یہی ایک " شائلاک " کا ایسا عیب تھا جو اُس کی طرف
سے ناظرین " مرچنٹ آف وینس " کے دل میں نفرت پیدا کردیتا
ہی — برخلاف اس کے " انٹونیو عیسائی " کی جانب ایک قسم
کی ہمدردی پیدا ہوجاتی ہی جس کی سب سے بڑی صفت یہہ
بیان کی گئی ہی کہ انٹونیو اہل ضرورت کو بلا سود روپیہ دے
دیا کرتا تھا — " مرچنٹ آف وینس " کے لکھنے سے خواہ شیکسپیر
کی غرض عیسائیوں کی ملائمت اور ہمدردی اور یہودیوں کی

شقاوت اور سختی دکھلانا ہو یا کچھہ اور ہو — بہرحال اس ڈراما میں یہودیوں کا عیب صرف سود خوری اور عیسائیوں کی صفت بلا سود روپیہ دے دینا بیان کیا گیا ہی — اگر غور کیا جاے تو درحقیقت یہہ ایسا عیب اور ایسی صفت ہی جس کا نہایت گہرا اثر انسانی کار و بار پر پڑتا ہی — ایک غریب حاجتمند اپنی خاص ذاتی ضرورت سے قرض مانگتا ہی اور ایک شخص جس کے پاس اُس کی ذاتی ضرورت سے زیادہ روپیہ بے مصرف رکھا ہوا ہی اُس ضرورتمند کو بغیر سود کے نہیں دیتا — جو لوگ صرف سود خوری کا پیشہ کرتے ہیں اُن سے طبقہ غربا کو ناقابل بیان مضرت پہنچتی ہی — یورپ میں یہودی قوم کی طرف سے نہایت ناراضی ظاہر کی جاتی ہی — اُس کی صرف یہہ وجہ ہی کہ یہہ قوم زیادہ تر سود کا لین دین کرتی ہی — ابھی چند سال ہوئے روس کے ملک سے وہاں کی گورنمنٹ نے بہت سے یہودی صرف اسی وجہ سے نکال دیئے کہ اُن کی سود خوری کے باعث رعایاے روس نہایت تنگ تھی — اگر تحقیقات کامل کی جاے تو ہندوستان میں صدہا ایسی مثالیں ملینگی کہ تھوڑا سا روپیہ دے کر صرف سود کے ذریعہ سے بڑی بڑی املاک اور زمینداریاں بلا مشقت ایسے سود خواروں کے پاس پہنچ گئیں جن میں زمینداری کا مادہ بالکل نہیں ہی ‘ اور اُن زمینداریوں اور املاکوں کے پشتینی مالک نان شبینہ کو محتاج ہوگئے — غریب کاشتکار ہمارے ملک میں سود خواروں کے جال میں ایسے پھنسے ہوئے ہیں کہ اُن کا اس جال سے نکلنا ناممکن ہی — ان سود خوروں کا سود بالائے سود اور پھر اکتیج کا نرخ پھر کٹتی ‘ غرض ایسا طویل سود کا سلسلہ ہی کہ دو تین برس کے عرصہ میں تگنے اور چوگنے پر نوبت پہنچ جاتی ہی — ہم کو ایسی مثالیں معلوم ہیں کہ دو ڈیڑہ سو روپیہ سال کا پٹہ دار کاشتکار صرف بقدر اپنے اور اپنے کنبہ کے کھانے کے جو ‘ مکا وغیرہ موٹا غلہ روزانہ اپنے ساہ سے لے کر گذر کرتا ہی باقی اُس کا تمام پیدا وار اُس کے سود خور ساہ کی نذر ہوتا ہی — غرض کہ سود کے مظالم ہمارے ملک کے کاشتکاروں سے جاکر دریافت کیجیئے جو ایک دفعہ کسی سود خور ساہ سے تھوڑا قرضہ لے کر ہمیشہ کے واسطے اُس کے غلام ہوجاتے ہیں — سود کا

یہی خرابیاں ہیں کہ مذہب اسلام نے اس کو حرام کردیا ؛ تاکہ سود لینے والا اس کی شقاوت سے محفوظ رہے اور دینے والا اس کے مظالم سے ٭

حرام غذائیں

سور یا ایسے جانور کا گوشت کھانا حرام کیا گیا ہی جس سے انسان کی صحت پر خراب اثر پڑے — سور کے گوشت کے متعلق یہہ معلوم ہوا ہی کہ نہایت ثقیل ہوتا ہی — اس میں زیادہ فضلہ ہی فضلہ ہوتا ہی — ایسی غذائیت جس سے خون بڑھے اس میں برائے نام ہوتی ہی — اسی طرح مردہ جانور کا گوشت حرام کیا گیا ؛ کیونکہ نہیں معلوم اس کی موت کا کیا باعث ہوا — ممکن ہی کہ اس کو کوئی ایسا مرض ہوا ہو جس کا خراب اثر گوشت کھانے والے پر پڑے — غرض جملہ حرام غذاؤں میں ضرور کوئی نہ کوئی طبی مضرت پائی جاتی ہی جو ان کے حرام ہونے کی وجہ ہی ٭

قمار بازی

جوا کھیلنا بھی مذہب اسلام کی رو سے جائز نہیں رکھا گیا — جوے بازی میں سب سے بڑا سقم یہہ ہی کہ جوے باز انسان بجائے خود قوت بازو سے کمانے کی کوشش کے دوسرے کی دولت پر نظر رکھتا ہی — جواری کی سب سے بڑی تمنا یہہ ہوتی ہی کہ اس کے حریف کو مالی نقصان پہنچے اور فریق مخالف کی ہار ہو — ظاہر ہی کہ دوسرے بنی نوع انسان کی برائی چاہنا ناقابل نظر انداز عیب ہی — جوے کے عیب کا بدنما وہی اثر ہی اور وہی نتیجہ ہی جو چوری یا ڈکیتی کا ہی ؛ یعنی دوسرے ہم جنس کو نقصان پہنچاکر اپنا فائدہ کرنا — یہی باعث ہی کہ مثل چوری اور ڈکیتی کے جوا کھیلنا بھی از روے مذہب اسلام حرام کیا گیا ہی ٭

نکاح

گو خدا کے فضل سے ہمارا ملک ابھی تک ایسے لوگوں سے پاک ہی مگر یورپ اور امریکہ میں بعض ایسے ناسمجھہ اور برائے گفتن آزاد خیال لوگ ہیں جو زن وشو کی باہمی پابندی بے کار سمجھتے ہیں — ان کے نزدیک اس کی ضرورت نہیں ہی — مگر مذہب اسلام نے ایسی عدم پابندی کو حرام کیا ہی — ایسی مہلک آزادی دنیوی انتظام کو درہم برہم کردینے والی ہی — اس کی اگر روک نہ کی جائے تو تقسیم وراثت پدری میں سخت ترین دقتیں واقع ہوں اور حق دار ناحق اور ناحق حق دار بن جائیں — دنیا کا انتظام اطمینان اور آرام سے ایسی ہی حالت میں بہتر ہوسکتا ہی جب کہ ایک چیز کا ایک ہی مالک تسلیم

کیا جاے ؛ اس کے خلاف میں لڑائی دنگہ اور بڑھی انتظام کا اندیشہ ہی — ہر شے کی ملکیت از روے وراثت ہوتی چلی آئی ہی، اور وراثت کے واسطے تعین پدر لازمی ہی ٭

غرض کہ مذہب اسلام کے ہر ایک حکم کو بغور دیکھنے سے ثابت ہوجاتا ہی کہ اُس میں دنیا اور آخرۃ دونوں کی بہتری کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہی — اس تحریر میں صرف چند احکامات کی تھوڑی تھوڑی خوبیاں بیان کرنے پر اکتفا کیا گیا ہی — ورنہ مذہب اسلام کا کوئی حکم ایسا نہیں ہی جس میں یہہ بات بدرجۂ اتم نہ ہو — یہہ تمام مفید اصول مذہب اسلام نے اُس وقت دنیا کے سامنے پیش کئے جب کہ موجودہ متمدن دنیا اور ترقی یافتہ اقوام قعر مذلت اور جہالت کی تاریکی میں سر ٹکرا رہی تھیں — یہہ احوال ایک ایسے شخص نے سمجھائے جس کے پاس نہ ظاہری ترقی کے ذرائع تھے، اور نہ ایسی ظاہری علمی صحبت تھی جس کا یہہ اثر ہو — کیا یہہ حیرت کا مقام نہیں ہی کہ آج جو دنیا تمدن میں اس قدر ترقی کرگئی ہی اور یہہ کچھہ جس کا دعویٰ ہی وہ اسلام کی تیرہ سو برس کے تمدنی اصول پر کچھہ بھی اضافہ نہیں کرسکی ؟ قرآن مجید پر ذرا سے غور سے معلوم ہوجاتا ہی کہ جو کچھہ مدنیت کے واسطے آج ہورہا ہی وہ اسلام میں تیرہ سو برس سے موجود تھا — یہاں پہنچ کر اقرار کرنا پڑتا ہی کہ وہ مصلح اعظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم جو کچھہ ارشاد فرما گئے وہ درحقیقت خالص القاء ربانی کا اثر تھا اور بس — اس میں شبہ نہیں ہی کہ موجودہ زمانہ کے مسلمان بہترین مدنیت اور دنیوی ترقی سے دور جا پڑے ہیں — ذرا سے غور سے صاف ظاہر ہوجاتا ہی کہ اس کا اصلی باعث ارکان اسلام کی پابندی میں سستی اور بے پروائی ہی — جیسے جیسے مسلمان اس جانب سے کاہل اور بے پروا ہوتے گئے ویسے ہی ویسے ترقی سے جدا ہوتے گئے ٭

آخر میں خدا سے دعا ہی کہ وہ اہل اسلام کو ارکان اسلام کی پوری پوری پابندی کی توفیق عطا فرماے تاکہ مسلمان پھر اپنی کھوئی ہوئی مدنیت حاصل کریں اور دنیا کی ترقی کی شاہ راہ پر پہنچنے کے ساتھہ ہی آخرۃ کی سرخروئی سے بھی محروم نہ رہ جائیں — و اللہ علی کل شی قدیر و علیہ التکلان — فقط ٭

دتاولی :   خادم موسیٰ

۱۸ مارچ سنہ ۱۹۱۳ع

ضمیمہ ا

اسلام انگریزی خواں مسلمانوں میں

گزشتہ خاموشی اور بے پروائی کی حالت پر نظر کرتے ہوئے ہم کو موجودہ زمانے کی بہتری کا اعتراف کرنا چاہیئے کہ ہر سمت سے اشاعت و حفاظت اسلام کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں اور نہ صرف تحریر و تقریر ہی تک اکتفا کیا گیا ہی؛ بلکہ عملی کارروائی کی جانب بھی مسلمانوں کا قدم بڑھنا شروع ہوگیا ہی اور انجمن ہدایت اسلام دہلی اور انجمن اشاعت اسلام علیگڈہ اور سب سے بڑھکر مدرسۃالہیات کانپور اُن عملی کارروائیوں کی مثالیں ہیں - خدا ان مبارک تحریکوں میں پوری برکت عطا فرمائے — اس نظر سے کہ اس حرکت کے شروع ہونے کا باعث شدھی سبھائیں ہوئی ہیں، ہم کو اُن کا بھی شکر گزار ہونا چاہیئے "عدو شود سبب خیر، گر خدا خواہد" *

اس سلسلہ میں درحقیقت ہمارے مخدوم قاری سرفراز حسین قوم کی جانب سے نہایت ہی شکر گزاری کے مستحق ہیں — اب سے بہت پہلے سے، جبکہ فضل الہی سے ہر جانب سے اشاعت و حفاظت اسلام کے مسئلے پر توجہ کی جاری تھی، قاری صاحب نے اس طرف اپنی عملی توجہ مبذول فرما رکھی ہی *

منجملہ دیگر مضامین کے قاری صاحب کے اُس مضمون نے جو ۳۰ (ستمبر سنہ ۱۹۰۸ع) کے علی گڈہ انسٹیٹیوٹ گزٹ میں شایع ہوا ہی، خاص طور پر اس وجہ سے اور بھی اہمیت حاصل کرلی ہی کہ اس کے ذیل میں ہمارے موجودہ ناخدائے قوم نواب وقارالملک بہادر قبلہ نے نہایت مفید اور ضروری حاشیہ لکھکر اُس میں خاص جدت پیدا کردی ہی اور اُنہوں نے قوم کے اہل قلم اور اس سلسلہ میں کام کرنے والوں کے سامنے ایک بالکل نیا؛ مگر نہایت ضروری اور مفید مضمون پیش کیا ہی، جس سے غفلت کی صورت میں نہ صرف ہم کو سخت دینی مضرت پہنچنے کا اندیشہ تھا؛ بلکہ دنیوی نقصان بھی یقیناً پہنچ جاتا اور ہماری قومیت کا ڈھانچا خاک میں مل جاتا، اگر نواب صاحب قبلہ حاشیۂ مذکور میں ہم لوگوں کی غفلت کا سچا فوٹو نہ دکھاتے اور ہماری توجہ کو اس جانب

مائل نہ کرتے — میں بلا خوف شکایت صاف کہونگا کہ دینی فرایض کی جانب سے غفلت کا عیب انگریزی دانوں میں اس کثرت سے شایع ہوتا جاتا ہی کہ اب وہ عیب نہیں سمجھا جاتا — شاید ان صاحبوں میں پانچ فی صدی ایسے ہونگے ، جو اس متعدی مرض سے محفوظ ہوں اور علانیہ طور پر ترک صوم و صلواۃ کرنے سے ہچکچاتے ہوں — اگر آج دنیا میں میدان حشر قایم ہوجاے اور انبیا ، جو درحقیقت سب سے بڑے قومیت کے موجد اور بانی ہیں ، اس امر پر مامور ہوں کہ وہ اپنی اپنی امت (قوم) کے لوگوں کو جدا جدا گروہوں میں فراہم کریں اور ہمارے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم (روحی فداہ) اس بات کا جائزہ لیں کہ ہم میں سے کون کون ہی ، جو کم سے کم فرایض کا ادب کرتا رہا ہی ، تو نہایت مشکل ہوجائے — نہ تو اپنی قومیتی (فرض) سے بےپروائی کے باعث ہم اس قابل ہیں کہ اپنے تئیں امت مرحومہ میں شمار کراسکیں اور نہ کوئی دوسرا گروہ ہم کو قبول کریگا — پس نتیجہ سواے ندامت اور بربادی و تباہی کے کچھہ بھی نہیں ہوگا *

قاری صاحب نے ہمارے کالج میں جن مذہبی نقصوں کا تذکرہ کیا ہی ، میں اُن سب سے پورے طور پر متفق ہوں ؛ بلکہ دینی حالت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ، میں اُس سے بھی زیادہ ناقص حالت دیکھتا ہوں ، جو قاری صاحب نے بیان فرمائی ہی — اس کی بڑی وجہ یہہ ہی کہ ہمارے طلبا کے سامنے جو مثالیں پیش ہوتی ہیں وہ اکثر صوم و صلواۃ کی جانب سے غفلت اور بے پروائی کرنے والوں کی ہوتی ہیں — اکثر موقعوں پر دیکھا گیا ہی کہ نماز کا وقت آگیا اور حاضرین میں سے ایک دو بندگان خدا اداے نماز کے لیئے کھڑے ہوئے : مگر باقی حضرات ویسے ہی بیٹھے ہوئے ، یا تو اخبار بینی کرتے رہے ، یا باتوں میں مصروف رہے ، یا چہل قدمی کرنے لگے اور "ٹس سے مس" نہ ہوے — شاید ایسے حضرات کے دلوں میں اس امر کا خیال بھی نہیں گذرتا ہوگا کہ ہم سے سخت دینی غلطی سرزد ہوئی ہی اور ہم نے اپنی روح پر اس وقت ظلم کیا ہی کہ اپنے برادران دین کے ہمراہ اداے فرایض میں شریک نہیں ہوسکے — اس قسم کی غفلت ہمیشہ سے دنیا میں ہوتی رہی ہی ؛ مگر ایسے حضرات ، جو صوم و صلواۃ

سے غافل هوں ، شاید پانچ فی صدی هوتے تھے - افسوس هی که موجودہ حالت میں ان حضرات کی تعداد میں روز افزوں ترقی هی اور ندامت تو ان کے دلوں سے قطعاً کافور هوگئی هی - بلاشبہہ دینداری سے غفلت کی مثالیں همارے کالج میں موجود هیں ؛ مگر هم کو پورا اطمینان کرنا چاهیئے که نواب وقارالملک بہادر قبله کے مبارک اور دیندارانه پرزور عہد میں اس جانب ضرور توجه مائل هوگی اور کالج سے یهه مذهبی نقص انشاءالله پورے طور پر رفع هوجائیگا اور اب سے دس برس بعد نوجوانوں کا جو گروہ همارے کالج سے فارغ التحصیل هوکر نکلے گا ، وہ ایسا هوگا که اگر سہواً بهی اُن کا نماز روزہ جاتا رهے گا ، تو راسخ العقیدہ اور کامل الایمان هونے کے سبب خوف الہی سے اُن کے چہرے زرد هوجائینگے اور جسم تهر تهرانے لگے گا *

مگر زمانه طالب علمی ختم هونے کے بعد کی اصلاح کرنا زیادہ تر همارے هاتهه میں هی ، جس کو " سوسائیٹی " کے اثر سے هم ٹهیک کرسکتے هیں اور وہ اسی صورت سے ممکن هی که ایسے افعال سرزد هوجانے کی صورت میں هم پورے طور پر نوٹس لیں اور اس معاملے میں اپنے دوستوں کو سہل انکار نه هونے دیں *

قاری صاحب کے مضمون زیر بحث کے بعض فقرے میری سمجهه میں مطلق نهیں آئے ؛ بلکه میں صاف عرض کروں گا که جو کچهه میں سمجها هوں ، اگر اُن فقروں کا وهی مطلب هی ، تو یهه فقرے مضمون نگار کی شان سے گرے هوئے هیں - هم میں اگر فقرائے کامل اور علمائے شرع متین کا زهد و تقوی نهیں هی ، تو نه هو — اس سے کوئی خدا کی نافرمانی نهیں هوتی - ادائے فرائض میں قصور نهیں آتا ؛ مگر مستحبات کو فرائض کے ساتهه شامل کرکے اس کے ساتهه ترک صوم وصلوۃ کو بےپروائی سے دیکهنا اور اُس کو قابل عفو خیال کرنا ایک ایسا امر هی که اُس میں قاری صاحب کے ساتهه هم هرگز متفق نهیں هونگے - کوٹ پتلون سے نفرت کٹ ملاوں کی من گهڑت هی اور اب یهه بات تقریباً پارینه هوگئی هی - اسلام نے کوئی مخصوص لباس مقرر نهیں کیا - ڈاڑهی کا مسئله بهی مختلف فیه هی — هم کو ان باتوں کی پرواہ نهیں کرنی چاهیئے ؛ مگر جو لوگ نماز روزہ کے پابند نهیں هیں ، ان سے اگر هم سچی محبت کرتے هیں تو

هم کو بے دریغ اظہار حق کرنا چاہئے اور کم سے کم نہایت ملایمت سے تنہائی میں اُن کو فہمایش کرنی چاہئے ٭

ایسے حضرات کی جانب سے اکثر یہہ کہا جاتا ہی کہ هم ایسی نماز ادا نہیں کرتے ' جو حضور قلب سے نہو - غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ یہہ عذر کس قدر فضول اور کس قدر لغو هی - نماز روزہ خدا کے فرایض هیں اور جب هم کو مذهب اسلام کے پیرو ہونے کا اعتراف هی ' تو یہہ هماری " ڈیوٹی " ہوگی - کیا کوئی عذر ' کوئی بہانہ ایک "جنٹلمین" کے لئے اس حالت میں پسندیدہ ہوسکتا هی کہ وہ صرف عدم حضور قلب کے سبب اپنی " ڈیوٹی " سے جان چرائے ؟ جب هم عدالتوں میں جاکر مقدمات کی پیروی کرتے هیں ' جب هم نالشیں سنتے اور اُن کو فیصل کرتے هیں ' جب هم ٹھیک وقت پر دفاتر اور محکمہ جات میں حاضری دیتے هیں اور ایسا کرتے وقت آندھی ' بارش ' گرمی ' سردی یہاں تک کہ مرض اور بعض اوقات اعزہ کی موت کی بھی پروا نہیں کرتے اور " ڈیوٹی " سمجھکر اپنے کام پر حاضر هوتے هیں اور حضور قلب اور جی نہ چاہنے کا خیال نہیں کرتے اور طوعا و کرها اپنے " فرض " کو پورا کرتے هیں ؛ تو کیا اُس خدا کا فرض ' جس کو هم نے اپنا احکم الحاکمین تسلیم کرلیا هی ' اتنی بھی حیثیت نہیں رکھتا جتنی کہ حکام مجازی کے فرایض کی حیثیت هی - کیا شہر پومپی آئی کا محافظ سپاهی صرف اس بہادری کے باعث کہ اُس نے اپنے تئیں کوہ ویسوویس کی آتش فشانی کی نذر کردیا ؛ مگر اپنے " فرض " سے نہ هٹا اور وہ اس عزت کے قابل سمجھا گیا هی کہ هزار برس گزرنے پر بھی اُس کے خود او زرہ سے نپولین کا عجائب گھر زینت پاے ' دل سے اپنا جلایا جانا پسند کرتا تھا ؟ کیا جان آف آرک اپنے زندہ جسم کو آگ کے شعلوں کی نذر کرنا پسند کرتی تھی ؟ کیا بقراط زهر پیکر جان دینا اچھا سمجھتا تھا ؟ کیا فطرت انسانی پر غور کرتے ہوئے یہہ بات سمجھ میں آسکتی هی کہ ان لوگوں کا جی چاہتا تھا کہ هم مرجائیں ' غارت هوجائیں اور دنیا بھر میں اپنی سب سے پیاری چیز " جان " قربان کردیں ؟ هرگز نہیں ؛ مگر انہوں نے اقرار کیا اور اُس کی تکمیل کو اپنا فرض سمجھا اور خواهش نفسانی کی کچھہ پروا نہیں کی ' جس کا یہہ نتیجہ هی کہ آج هزاروں برس گزرنے کے بعد بھی

اُن کا نام ویسا هی روشن هی - یهه بات حضور قلب کے عذر اور دلی
خواهش کے اتباع کی صورت میں اُن کو هرگز میسر نه هوتی —
کیا ان مثالوں سے معلوم هوکر یهه ممکن نهیں هی که بلحاظ
" فرض " بلا خیال دلی خواهش کے هم نماز روزه کو پورا کریں اور اس
فضول وسوسۂ نفس اور " عذر گناه بدتر از گناه " کو پیش کرنا چهوڑ دیں
که چونکه دل کا حاضر هونا ممکن نهیں تها ؛ اس لئے نماز پڑهنا بےسود تها؛
اگر میری گزارش پر ذرا ٹهنڈے دل سے غور کیا جاے گا اور مضمون هذا کے
پڑهنے کے بعد صرف دس منٹ خاموش هوکر اپنی ضمیر سے سوال کیا
جائیگا که هم کیا کرتے هیں اور هم کو کیا کرنا چاهئے ' تو انشاءالله نتیجه
اچها نکلیگا - والله ولی التوفیق *

خاکســــــــــار

(موسوی)

(منقول از علیگڈه انسٹیٹیوٹ گزٹ مورخه ۱۲ اکتوبر سنه ۱۹۰۸ع)

ضمیمہ نمبر ۲

باپ کی جانب سے بیٹے کو کھلا نصیحت نامہ

(نمبر ۱)

(بنام محمد ہارون خاں شروانی (علیگ) طالب علم کرائسٹ کالج کیمبرج مقیم انگلینڈ)

میرے لخت جگر ہارون ' خدا تمہاری عمر ' علم ' مدارج دنیوی اور مدارج دینی میں ترقی کرے — السلام علیکم - تم نے چند خطوط کے ذریعہ سے مجھ سے قرآن مجید کی متعدد آیتوں کا مطلب دریافت کیا تھا - اُن خطوں کے جواب میں میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ ان آیتوں کا مفہوم میں تم کو بذریعہ رسالہ علی گڈہ منتہلی بتاؤں گا ' تاکہ اُس سے تم بھی استفادہ حاصل کرو اور ساتھ ہی دیگر ناظرین رسالہ مذکور بھی اُس سے متمتع ہوں — چنانچہ حسب وعدہ میں ذیل میں مسطور رہ بالا آیات قرآنی کی وہ تفسیر جو بعد غور میرے ذہن نشین ہوئی ہے لکھتا ہوں ' لیکن اُس سے قبل کہ میں مطلوبہ آیتوں کا مطلب بتاؤں — تم مجھ کو اجازت دو کہ میں تمہیداً کچھ اور ایسی باتیں بھی لکھوں جن سے اُمید ہے کہ تم کو اور دیگر ناظرین کو روحانی فائدہ پہونچے — " واللہ الموافق والمعین " *

برخوردار من! کیا تم نے آیات قرآنی کا مطلب مجھ سے صرف اس واسطے دریافت کیا ہے کہ میں اس بات کے علم سے خوش ہوجاؤں کہ تم قرآن مجید کی نہ صرف رسمی تلاوت ہی کرتے ہو بلکہ اُس کے سمجھنے کی کوشش بھی کرتے ہو؟ کیا اس لکھنے سے کہ " میں قرآن مجید برابر پڑھتا ہوں " تم نے یہہ خیال کیا ہے کہ اس کے ذریعہ سے تمہارے پکا دیندار ہونے کا نقش میرے دل پر بیٹھہ جائے گا اور تماری محبت زیادہ ہوجائے گی ؟ اگر ایسا ہے تو سن لو کہ انسان کو وہ کام کرنا چاہئے جس میں اُس کو یا دوسرے کو فائدہ پہونچے - یہہ خیال کہ ہم دوسرے کو غلط فہمی میں رکھیں بالکل مضر اور وقت ضائع کن ہے اور بجائے اس کے نہ کسی قسم کا فائدہ ہر اپنی ذات اور دوسرے

کي ذات بھي دونوں کو اس سے نقصان پہونچتا ہی دوسرے کو تو صرف اسي قدر اس سے نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہی کہ وہ غلط فہمي میں مبتلا ہوگیا ، مگر ایسا کرنے والا بھي زیادہ اپنے کو نقصان پہونچا لیتا ہی — اول تو اُس نے غلط بیاني سے کام لیا جو نہ صرف روحاني گناہ ہی، بلکہ اس بد عادت سے جو آخر کو جاکر طبیعت ثاني بن جاتي ہی انسان ابناے زماں کے نزدیک حقیر و ذلیل ہوجاتا ہی ، دوسرے جو شخص صرف دوسروں کو غلطي میں ڈالنے کے لیئے اس قسم کے سوالات کرتاہی وہ اُن کے جوابات کو بے پرواہي سے دیکھتا ہی جس کا نتیجہ یہہ ہی کہ وہ اُس حقیقي روشني سے محروم رہتا ہی جو اُس کا مجیب ڈالنا چاہتا ہي — تیسرے وہ وقت جو ایسے سوالات کے گڑھنے ، لکھنے ، اور اُن کے جوابات پڑھنے میں خرچ ہوتا ہی ، وہ بالکل بے کار جاتا ہي — تم جو انگلستان جیسے ملک میں ہو اور بفضلہ تعالیٰ وہاں تعلیم حاصل کررہے ہو ان نقایص کي اہمیت کو اچھي طرح سمجھہ گئے ہوگے جن کا سمجھنا اور اُس عظیم الشان خرابي کو محسوس کرنا تم کو دشوار ہوتا اگر تم ہندوستان میں ہوتے — انگلستان نے مشرق سے سچ کي اہمیت اور ضرورت اور یہہ کہ یہہ خصلت انسان کو دنیوي زندگي کے فوائد کے لحاظ سے کس قدر ضروري ہي معلوم کي اور اپنے بچوں (اہل انگلستان) پر اس کا اتنا گہرا اثر ڈالا کہ آج جھوٹ اُس ملک میں ایسا ہي کمیاب ہی ، جیساکہ موجودہ زمانے میں ہندوستان میں سچ — تم ضرور قرآني تہذیب کو انگریزي تہذیب کا مقدم کہوگے ، جبکہ اُس مقدس کتاب الہي کي ایسي آیات کو بغور دیکھوگے جن میں سچ کي تعریف اور ہدایت ، اور جھوٹ سے نفرت دلانے کي کوشش کي گئي ہی — ایسي آیتیں قرآن میں تم کو جا بجا ملیں گي — تمثیلاً سورۂ توبہ (رکوع ۱۲) دیکھو جہاں ہم مسلمانوں کو نہایت زور سے کہا گیا ہی " یایہا الذین آمنوا اتقوااللہ وکونوا مع الصدقین "— اسي طرح جب تم فرضیت نماز کي باریکي پر غور کروگے تو تم کو معلوم ہوگا کہ باقاعدگي اور ضبط اوقات کي عادت کے واسطے انسان کو اُس سے کس قدر مدد مل سکتي ہی — یہي صورت ہی تکبر اور تبختر کي حرمت کي کہ وہ ترقي انسان کے منافي اور تحقیق و تفتیش جیسي مفید خصلت کے واسطے زبر دست روک ہی — تم انگلستان میں بہ کثرت ان خصائل

کر دیکھکر بہت زیادہ متحیر مت ہوجانا۔یہہ تمام خصائل ہم مسلمانوں کے ہیں اور اُس وقت سے ملکیت ہیں ، جبکہ انگلستان محض تاریکی اور جہالت میں مبتلا تہا۔شامت اعمال سے ہم نے ان عمدہ خصائل کو چہوڑا اور اہل یورپ نے ہم سے حاصل کیا — اُستاد حالی کا یہہ شعر واقعات پر مبنی ہے

شریعت کے جو ہم نے پیمان توڑے
وہ لے جا کے سب اہل مغرب نے جوڑے

اہل یورپ کی ترقی کا اصل راز یہی ہے کہ جو عمدہ خصائل و عادات اسلام نے اپنے پیرووں کو سکھائے تھے وہ عرب سے نکل کر براہ افریقہ اسپین میں پہونچے اور وہاں سے تمام یورپ میں پہیل گئے — تم تاریخ پر غور کروگے تو تم کو ثابت ہوگا کہ مغربی ترقی اور تہذیب کا زمانہ یہیں سے شروع ہوا ہے جس کے بڑے بڑے علماے یورپ بہی مقر ہیں — خود کجا بود مرکب کجا تا ختم*

ہاں تو مجہہ کو ضرور اس بات پر کہ تم نے چند قرآنی آیتوں کا مطلب مجہہ سے دریافت کیا تہوڑی سی بدگمانی ہوئی ، لیکن مجہہ کو تمہاری صلاحیت سے اور اس لحاظ سے کہ تم ایسے ملک میں ہو ، جہاں یہہ بدعادات بہت کمیاب ہیں یقین ہے کہ یہہ میری بدگمانی غلط اور محض غلط تہی — برخوردارمن ! سنو میں تم کو کسی پرائیویٹ خط میں پہلے بہی لکہہ چکا ہوں اور پہر لکہتا ہوں کہ تم ایک آزاد ملک میں ہو اور اس وقت بالکل آزاد ہو — تم کو خرابی کے بہی ویسے ہی مواقع حاصل ہیں جیسے عمدگی کے — بعض خرابیاں (میں نے اپنی آنکہوں سے دیکہا ہے) اُسی ملک میں ایسی ہیں ، جن کو اُس ملک کے باشندوں کی کثرت راے خرابی نہیں سمجہتی اور ظاہرا حالت کو دیکہنے سے کوئی خرابی معلوم بہی نہیں ہوتی — لیکن جب اُس پر ذرا تعمق کی نظر ڈالی جائے اور اُن خصائل کے عادیوں پر اپنے ملک میں (جس میں انشاء اللہ تم کو بڑا حصۂ زندگی بعد تکمیل تعلیم بسر کرنا ہے) نگاہ کی جائے تو تم کو اس کی کثرت سے مثالیں ملیں گی کہ وہ عادات جن کو اہل یورپ عیب نہیں سمجہتے اہل ہند کے حق میں سم قاتل ثابت ہوئیں — پس تم جن عادات و خصائل

کو اپنے میں پیدا کرنا چاہو بحیثیت باشندہ ہند ہونے کے تمام اُس کے
فراز و نشیب پر غور کرنے کے بعد اور اُس کي اپنے هي ملک میں
تمثیلوں پر نظر ڈالنے کے بعد اُن پر عمل کرو — تم کو یاد رکھنا چاہیئے
کہ اب تم جو کچھہ بھي کروگے وہ اپني اور صرف اپني ذمہ داري پر
کروگے — تمہارے تمام افعال کا اثر تم پر اور صرف تم پر ہوگا - ہم اُس
سے بالکل بري الذمہ ہیں — انشاء اللہ تعالی خدا کي مدد سے جب
تم اپني تعلیم مکمل کرکے وطن کو بخیریت واپس ہوگے تو اُس کا فائدہ
بھي تم اپنے هي کو پہونچاوگے ہم تو صرف تمہاري بہتري سے سرور حاصل
کرنے والے ہیں - تم یہہ کبھي مت خیال کرنا کہ یہاں (انگلستان) میں
میرے افعال کا دیکھنے والا کوئي نہیں ہے *

برخوردار من سنو ! اور دھیان رکھو ! کہ اول تو تمہارے افعال کا
دیکھنے والا خدا ہے ' جو جیسا ہندوستان میں دیکھتا ہے ویسا هي
انگلستان میں ' یا کسي دوسري جگہ - دوسرے تمہارے هر ایک فعل
کا دیکھنے والا خود تمارا ضمیر ہے ' جس کو دوسرے لفظوں میں
کہا جاسکتا ہے کہ خود تم اپنے افعال کے دیکھنے والے ہو جن کا نیک
یا (خدا نخواستہ) برا اثر تم کو اور صرف تم هي کو بھگتنا پڑے گا '
اس سے تم سمجھہ گئے ہوگے کہ تم انگلستان میں آزاد نہیں ؛ بلکہ خدا
اور اپني ذات یعني ضمیر کے پابند ہو *

برخوردار هارون ! معاف کرو ' تمہارا بہت هرج ہوا — بقیہ
نصائح کو پھر پر چھوڑکر اب میں اُن آیات قرآني کي تفسیر کي طرف
رجوع کرتا ہوں جو تم نے مجھہ سے دریافت کي ہیں اور مجھکو یقین
ہے کہ اُن کا مطلب تم نے صرف تفریحا هي نہیں پوچھا ہوگا ' بلکہ
استفادہ حاصل کرنے کي غرض سے پوچھا ہوگا *

پہلي آیت قرآن کریم ' جس کا مطلب تم نے اپنے خط مورخہ آخر
هفتہ فروري میں دریافت کیا ہے یہہ ہے — " و اذا قیل لہم آمنوا
بما انزل اللہ قالوا نومن بمآ انزل علینا ویکفرون بماوراءہ و هوالحق
مصدقالما معہم قل فلم تقتلون انبیاء اللہ من قبل ان کنتم مومنین " -
ترجمہ " اور جب اُن سے (بني اسرائیل سے) کہا جاتا ہے کہ اُس
چیز پر ایمان لاؤ جو خدا نے بھیجي ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اُس پر

ایمان لائے هیں جو هم پر اُتری هی ، اور اُس کے سوا کسی کو نہیں
مانتے — حالانکہ وہ (یعنی قرآن مجید) سچ هی اور تصدیق کرتی
هی اُس چیز کی جو اُن کے پاس هی یعنی (توریت کی) تو اُن سے
کہہ (یہہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خطاب هی تو پھر
تم نے کس لئے اگلے زمانے میں انبیاء اللہ کو مار ڈالا — اگر تم (توریت پر)
ایمان رکھتے تھے — اوپر کی آیتوں سے بنی اسرائیل کے مقابل میں دلائل
حقانیت اسلام بیان هوتے چلے آئے هیں اور جو جو وہ لوگ اعتراضات
(رسول اللہ کے زمانے میں) کرتے تھے اُن کے جوابات مع دلائل کا
سلسلہ چلا آتا هی ، اس آیت میں تم نے قرآن کریم اور اسلام کی فیاضی
دیکھی ! اُس نے نہایت صفائی سے توریت کی تصدیق کی هی ، یہاں
سے اُس کا (قرآن مجید کا یہہ دعوی بھی ظاهر هوتا هی کہ وہ تمام
دنیا کی (بلا استثنا کسی مذهب کے) بھی هدایت کے واسطے هی ،
لیکن ساتھہ هی توریت اور دیگر انبیا کے اصل مذاهب کی تکذیب نہیں ،
بلکہ تصدیق کرتا هی — اسلام کا بذریعہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ
و آلہ وسلم کے دنیا میں ظاهر هونا اس ضرورت سے تھا کہ امتداد زمانہ
کے باعث جو مذاهب میں خس و خاشاک اس قدر مل گیا تھا کہ اُن
کی اصلیت میں فرق آگیا اور مذاهب کی اصل غرض ، بلکہ اصول فوت
هوگیا تھا اُس کی تجدید کردے اور ایسی صورت میں تجدید کردے کہ
پھر خرابی اُس میں شامل هونے کی گنجایش هی نہ رهے — یہہ
اس مقدس مذهب کی اعلی درجہ کی فیاضی هی کہ اُس نے صاف
صاف اُس کا جا بجا اظہار کیا هی ، چنانچہ مذکورہ بالا آیت میں
بھی یہی ذکر هی کہ قرآن اور توریت دونوں سچ هیں ، لیکن توریت
کے پیرو جو توریت کو صرف زبان سے سچ کہتے هیں ، اُن کا عمل اُس
کے خلاف هی چنانچہ اس کا ثبوت یہہ هی کہ باوجود علم کے اُنہوں نے
پچھلے زمانے میں چند انبیا علیہم السلام کو قتل کردیا صرف اس باعث
کہ وہ احکام آلہی کی تعمیل کرنے کی هدایت کرتے تھے — چنانچہ
حضرت یحیی علیہ السلام کا سر بنی اسرائیل کے بادشاہ احاب نامی
نے صرف اس وجہ سے کٹوایا کہ اُنہوں نے اُس بادشاہ کو ایک قریبی
رشتہ دار عورت سے نکاح کرلے کا فتوی نہیں دیا تھا ، اس واقعہ کا تذکرہ
بہت سی کتابوں میں هی ، اسی طرح حضرت زکریا شہید کئے گئے

اور بہت سے نبی بنی اسرائیل کے عہد میں مارے گئے ہیں ' انہیں انبیا کے متعلق مذکورہ آیت میں اشارہ ہی کہ اگر یہودی اپنے کو اپنے مذہب پر راسخ اور ٹھیک سمجھتے ہیں تو اُنہوں نے بہت سے انبیا کو باوجود اس علم کے کہ وہ نبی ہیں کیوں قتل کردیا — اس سے معلوم ہوتا ہی کہ یہودیوں کا یہہ دعوے صرف زبانی ہی ' عمل اُنہوں نے نہ کبھی شریعت پر کیا نہ کریں ' اور صرف اپنی سہل انکاری کے باعث محمد رسول‌اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادوں کی تکذیب اور اپنی باتوں کی پچ کرتے تھے *

پیارے بھتیجے ہارون ! اُمید ہی کہ اس آیت کا مطلب تمارے ذہن نشین ہوگیا ہوگا ' باقی اور آیتوں کا مطلب پھر بتاؤں گا *

تمہاری ترقی عمر و مراتب علمی و مراتب دنیوی کے واسطے درگاہ الٰہی میں الحاح و زاری کرتے ہوئے ' میں ہوں تمہارا خیر طالب

محمد موسی خاں

دتاولی

(منقول از رسالہ علیگڈہ منتھلی بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۰۷ع)

(نمبر ۲)

میرے لخت جگر ہارون ! خدا تمہارے علم ' عمر ' مدارج دنیوی اور مدارج دینی میں ترقی کرے اور برکت عطافرمائے - السلام علیک *

(۱) مجھکو معاف کرو بوجہ ہجوم افکاروعدیم الفرصتی کے تمہارے بعض سوالونکا جواب دینے میں بہت زیادہ دیرہوئی ' تمنے اس سلسلہ کا پہلا نمبر یقین ہی کہ مئی سنہ ۱۹۰۷ ع کی علی گڈہ منتھلی میں دیکھا ہوگا جس میں تمہارے دریافت پر قرآن مجید کی ایک آیت کا مطلب لکھہ چکا ہوں - قبل اس کے کہ تمہارے دیگر سوالات کا جواب دیا جائے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ اول موجودہ زمانہ کے مذہبی سوالات کے متعلق کچھہ اصولی بحث کروں *

(۲) آج کل عموماً جوسوالات یا اعتراضات مذہب کے متعلق کئے جاتے ہیں اُن کی تقسیم تین قسموں پر کی جاسکتی ہی *

۱ — محض اعتراضی سوالات جنسے سائل کا مقصد صرف مذہب کی حقارت کرنا یا ہنسی اوڑانا ہوتا ہی *

۲ — ایسے سوالات جنسے مطلب تحقیقات علمی اور مذہب کی باریکیاں اور نکات کی دریافت ہوتی ہی *

(۳) ایسے سوالات جنکا مدعا رفع اشتباہ یا حصول تسکین قلب ہوتا ہی — ظاہر ہی کہ محض اعتراضی سوالات کرنے والے جن کو ہم نے قسم اول میں شمار کیا ہی ہماری بحث سے بالکل خارج ہیں ' اول تو سائلوں نے ایسے سوالات کے سوچنے میں بے فائدہ اپنا وقت ضائع کیا پھر مجیب اُن کے جواب میں بے نتیجہ وقت ضائع کرنے کی غلطی کا مرتکب ہو اس سے کیا فائدہ — ایسے سوالات کے متعلق کسی فلسفی شاعر کا پر معنی مصرع واجب العمل ہی جو کہتا ہی "آنست جوابش کہ جوابش نہ دہی *

جو سوالات کہ مذہب کے متعلق بنظر تحقیقات علمی اور اُس کی باریکیاں دیکھنے کے واسطے کئے جاتے ہیں اور جن کو میں نے دوسری قسم میں شمار کیا ہی وہ ایسی گروہ کی جانب سے ہوتے ہیں جن کو

مذہب کا یقین ہی یا یقین کی تلاش ہی ' اور جن کے دماغ سائنس اور فلسفہ کی روشنی سے منور ہوچکے ہیں ' یا فطرتاً اُن کو علمی مذاق ہی اور اُن کا دماغ فلسفیانہ واقع ہوا ہی ' یہہ گروہ درحقیقت خاص توجہ کا مستحق ہی ایسی جماعت سے بے اعتنائی کا برتاؤ کرنا عظیم ترین گناہ ہی — ایسے روشن خیال حضرات سے میں اتنا عرض کرونگا کہ سائنس اور فلسفہ علوم ظاہر یہ ہیں اور اُن کا تعلق مادہ سے ہی اور مذہب کا مخرج خالص روحانیات سے ہی ' جو فرق مادہ اور روح میں ہی وہی علوم ظاہری اور مذہب میں ہی روح کا تعلق صرف حال سے ہی اور مادہ استقبال اور ماضی کا محتاج ہی — آپ حضرات اگر مذہب کی باریکیاں اور نکات دیکھنا چاہتے ہیں تو روحانی آنکھہ سے دیکھئے نہ کہ فلسفی آنکھہ سے — تیسری قسم کے سوالات کرنے والے درحقیقت نہایت مبارک اور ذی ہوش لوگ ہیں جن کے سرگروہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے جن کو درگاہ رب العزت سے دوست کا پیارا خطاب عطا ہوا تھا ' اب ایسے سوالات کرنے والے دنیا میں نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہیں *

(۳) آج کل کے تعلیم یافتہ مخصوص یورپین درسگاہوں کے پڑھے ہوئے جماعت کے حضرات اول الذکر دوقسم کے سوالات مذہب کے متعلق کرتے ہیں جوعموما سائنٹیفک اور فلسفیانہ ہوتے ہیں ' اگر سائلین سے ایسے سوالات کرنے کی اصولی وجہ دریافت کیجائے تو عموما جواب ملتا ہی کہ قدیم مذہبی خیالات اکثر خارج از عقل اور تقلیدی ہیں اور ایسے تنگ دائرہ میں محدود ہیں جن کی جانب توجہ کرنے سے بھی ایک روشن دماغ اور فلسفی آدمی کا جی گھبرا تا ہی اور تحقیق کرنے والی طبیعت تقلید کے اندھیرے میں محدود نہیں رہسکتی تاوقتیکہ بعد تحقیقات کامل اُس کا ثبوت ذہن نشین نہ ہوجائے ' اُس کا یہہ بھی قول ہی کہ بلا سمجھے ہوئے مذہبی پابندی میں فطرتی آزادی سلب ہوجاتی ہی اور ہمارے حوصلے مغلوب ہوجاتے ہیں ' جس سے دنیا کے کاموں میں سخت نقصان پہنچتا ہی ' معترضین کا یہہ قول راست معلوم ہوتا ہی کہ جب تک سمجھہ میں نہ آئے کیسے کسی مذہبی اصول پر عمل کیا جاسکتا ہی اور اُس کو کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہی *

(۴) برخوردار هارون ! یقین هی که تمهارے سوالات تیسری قسم کے هوتے هیں اور تم عموماً ایسی باتیں دریافت کرتے هو جن سے تمهارا مدعا مذهب کی باریکیوں کا سمجهنا اُس کی اندرونی تحقیقات اور طلب روشنی هوتا هی — ایسے خیالات کے لوگ بهی هزاروں تحسین کے مستحق هیں اور میں کهوں گا که اپنے ساتهه هی سوسائٹی کو بهی فائدہ پهنچانے والے هیں — لیکن اے جان پدر ! انسان فطرتاً اپنے عیوب سے غافل پیدا کیا گیا هی — آنکهه اله بینائی ضرور هی ' وہ اوپر کی جانب اولے منتہاے نظر تک پهنچ جاتی هی وہ آلات کی مدد سے چاند کا اندرونی حال دریافت کرسکتی هی اور اُسے سورج کا شعله وار حصه اور اُس کے پہاڑ دوربین کے ذریعه سے نظر آجاتے هیں — مگر وہ آنکهه جس کی بینائی کو ایسی زبردست قدرت حاصل هی خود اپنے کو نهیں دیکهه سکتی ' انسان باوجود ایسی زبردست قدرت کے خود اپنے چهرہ کے خط و خال دیکهنے سے عاجز هی — همارے مذهبی سوالات کرنے والوں کا لب لباب یهه هی که وہ تقلید کو ناپسند کرتے هیں مگر حقیقت پر غور کرنے سے ثابت هوتا هی که وہ خود علماے سائنس اور فلاسفروں کی تقلید کے جال میں پهنسے هوئے هیں ' کیوں که ابتدا سے نیوٹن ' ڈارون اور اسپنسر وغیرہ کے خیالات همارے جدید تعلیم یافته گروہ کے ذهن نشین هوتے رهے اور کسی نه کسی یورپین عالم کے اصولوں کے یهه لوگ متبع هوچکے هیں جس سے اُن کی خلقی جودت اور فطرتی اُپج غارت هوچکی — اگر تاریخ پر سرسری نظر ڈالی جاے تو صاف ظاهر هوتا هی که دنیا میں کتابی کیڑوں سے کوئی عملی کام اور مفید مسئله ظاهر هی نهیں هوا ایسے لوگ صرف پچهلی لکیر کے فقیر رهے هیں — ڈارون اگر صرف پچهلی کتابوں کی ورق گردانی کرتا رهتا اور خالی الذهن هوکر نیچرل هسٹری پر غور نه کرتا تو آج اُس کا نام ایک بالکل نئی تهیوری پیش کرنے والوں کی فهرست میں نه هوتا ' اگر اسپنسر صرف ڈارون کا متبع هوتا تو مسئله ارتقا کی وسعت کا سهرا اُس کے سر نه باندها جاتا — دنیا کے ریفارمروں کی اور محققوں کی طویل فهرست پر نظر ڈالنے سے یهه دیکهکر حیرت هوتی هی که اُن میں زیادہ تر وہ لوگ هیں جنهوں نے پچهلے لکهنے والوں کے اقوال اور اصولوں کی بهت کم پروا کی هی ' اور وهی لوگ علمی نامور

کے مستحق ہوئے ہیں جنہوں نے سائنٹفک تھیوریوں پر خالی الذہن ہوکر نکتہ چیں نگاہ ڈالی ہے، اس کے معنی ہرگز عالمانہ نکتہ چینی کے نہیں ہیں کہ زید کے اصولوں کو عمر کے اصولوں پر ترجیح دی جائے ایسا شخص محقق اور آزاد کہلانے کا ہرگز مستحق نہیں ہے وہ ایک گڑھے سے نکل کر دوسرے گڑھے میں جا گرتا ہے — موجودہ سائنس کو مکمل سمجھنا اور ہر بات میں اُس کی مطابقت کی کوشش کرنا سخت غلطی ہے — بے شک سر ایزک نیوٹن کا یہہ گمان کہ علم کے بحر ذخار پر اُس کی مثال صرف کنارہ کے چند سنگریزے چننے والوں کی ہی بالکل ٹھیک ہے، اگر آج سر ایزک زندہ ہوجائے تو اس زمانہ کے نت نئی سائنٹفک معلومات کو دیکھکر حیرت میں رہ جائے — زمانہ گذرتا جاتا ہے اور بہت سے "ناممکن" عملاً ممکن ثابت ہوتے چلے جاتے ہیں - ذرا تم سائنٹفک اور فلسفانہ تھیوریوں کے سلسلوں پر نظر ڈالو اور اُن کے تغیرات دیکھو — قدیم زمانہ میں آسمان کو دلدار مجسم بیان کیا جاتا تھا زمین کے گرد محیط مانا جاتا تھا، اُس کے بعد ایک گروہ پیدا ہوا اُس نے آسمان کو بجائے دلدار کے لطیف جسم والا سمجھا — جدید تحقیقات کا ادعا ہے کہ آسمان کا وجود ہی نہیں ہے — عجیب بات یہہ ہے کہ ہر زمانہ کے خیالات والے اپنے تھیوری کو قبل واقعہ کے سمجھتے رہے ہیں آج کل کے محققوں کا قول ہے کہ سابق زمانہ کے محققوں کے آلات مشاہدہ اور ذریعہ دریافت ہمارے آلات کی نسبت ناقص تھے — لیکن اس کی کیا ذمہ داری ہے کہ آیندہ زمانہ میں اس سے بھی زیادہ عمدہ آلات موجود نہ ہوجائیں اور آسمانوں کی موجودہ تھیوری باطل نہ ہوجائے ؎

ایسے خیالات تک پہنچنے کے بعد ضرور یہہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ قانون قدرت کی انتہا سے نوع بشر ناواقف محض ہے — بے شک ہم مجبور نہیں ہیں کہ پچھلے مذہبی اصولوں کو بلا تحقیق کامل خواہ مخواہ تسلیم کریں — لیکن ہم کو اس پر بھی اصرار کرنا نہیں چاہیئے کہ جو اصول موجودہ سائنٹفک تحقیقات سے (جس کی انتہائی ہونے کا ہرگز یقین نہیں ہے) مطابق نہیں ہے وہ تسلیم کرنے کے قابل نہیں ہے، ممکن ہے کہ جو بات آج کے علمی اصولوں سے مطابقت نہیں کھاتی چند روز کے بعد ایسے علمی طریقوں کا

پتہ چل جائے جن سے وہ بات پورے طور پر مطابق ہوجائے' اور یہہ بھی ممکن ہی کہ ایسی دریافت ہمارے بعد ہو — پس ہم جس بات کو سمجھنا چاہیں ہمکو چاہیئے کہ تحقیقات کی تمام تھیوریوں کو بھلا دیں اور خالی الذہن ہوکر اُس پر غور کریں *

(٥) پیارے بیٹے ہارون ! اس طویل لیکن ضروری تمہید سے یہہ ہرگز مت سمجھنا کہ مقدس اور سچے مذہب اسلام کے اصول سائنس اور فلسفہ کے سامنے اپنی روشنی ظاہر کرنے سے عاجز ہیں — نہیں ہمارا پاک محمدی مذہب ایک فطرتی مذہب ہی اور اس کے صلاے عام تمام بنی نوع بشر کے واسطے ہی ' اس میں یہہ حیرت انگیز خوبی ہی کہ جیسا وہ ایک جنگلی بدو اور گنوار کی سمجھہ میں آسکتا ہی اور ایک جاہل قوم کی اپنے اصولوں سے تسکین کرسکتا ہی ویسا ہی ایک فلسفی اور سائنس داں گروہ کو اپنے اصول سائنس اور جدید تحقیقاتوں سے مطابق کرکے حیرت میں ڈالدیتا ہی *

(٦) برخوردار ! معاف کرو تمہید ذرا طویل ہوگئی اب میں تمہارے سوالات کے جوابات شروع کرتا ہوں — تمنے اپنے ایک خط میں نہایت اہم اور فی زماننا نہایت ضروری ایک آیت کا مطلب دریافت کیا جس کے الفاظ یہہ ہیں " لایتخذ المومنون الکافرین اولیاء من دون المومنین " (معنی : نہ پکڑیںگے مسلمان کافروں کو دوست سواے مسلمانوں کے) یہہ آیت اور اس کے معنی نہایت غور کے قابل ہیں اور محض سطحی طور پر دیکھنے سے اور بتعمق نظر ڈالنے سے بڑا فرق معلوم ہوتا ہی — اصل یہہ ہی کہ دوستی کی دو بڑی قسمیں ہیں ایک تو ایسی دوستی جس کا اثر دین اور دنیا دونوں پر پڑتا ہی مثلا کسی سے ایسی دوستی ہی کہانے ' پینے ' معاملات تجارت ' مذہب ' عبادت اور اعتقاد سب کو دونوں دوست یکساں بہتر یا بدتر جانتے ہیں ؛ دوسری قسم کی دوستی یہہ ہی کہ سواے معتقدات اور روحانیات کے دیگر امور دنیوی میں دوستی ہی ' اس آیت کے اول و آخر پر غور کرنے سے نیز دوسرے مقامات پر قرآن مجید کی اس مضمون کی آیتوں سے صاف پایا جاتا ہی کہ کفار کے ساتھہ صرف محبت فی الدین کی مسلمانوں کو ممانعت کی گئی ہی جو ہرایک سمجھدار انسان کے نزدیک

اپنے مقدس اور سچے عقائد کی نگرانی کے واسطے زندگی سے بھی زیادہ ضروری شے ہے - جو لوگ صرف سطحی خیال رکھتے ہیں اور روحانیت کی کم پروا کرتے ہیں وہ بھی اگر سمجھہ اور غور سے کام لیں گے تو کم ازکم اس نتیجہ پر ضرور پہنچینگے کہ اس مطلب میں قرآن مجید کی اپنے پیروں کو یہہ ہدایت کہ کفار سے ایسی دوستی مت کرو جس سے تمہارا دین ہاتھہ سے جاتا رہے، مسلمانوں کی " قومیت " کی حفاظت کے واسطے کسقدر اہم اور ضروری حکم ہے - سرسید احمد خاں علیہ الرحمۃ نے بھی اپنی تفسیر میں اس آیت سے یہی مطلب لیا ہے چنانچہ آیت مذکور کی تفسیر میں مرحوم تحریر فرماتے ہیں "...... تمام آیت پر غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں کافروں کے ساتھہ محبت یا دوستی فی الدین ممنوع ہے یعنی کافروں سے اس وجہ سے دوستی و محبت کرنا کہ اُن کا دین اچھا ہے منع بلکہ کفر ہے - " پھر اس کے ثبوت میں سید صاحب مغفور لکھتے ہیں " یہہ تخصیص خود اس آیت سے ظاہر ہے کیونکہ اس میں فرمایا ہے ؛ " ومن یفعل ذالک فلیس من اللہ فی شی " جس سے اُس دوستی کرنے والے کا کفر لازم آتا ہے اور یہہ ہو نہیں سکتا جبتک کہ وہ محبت مشتبہ کفر نہ ہوا " وہ مشتبہ کفر ہو نہیں سکتے جب تک کہ تحسین فی الدین نہ ہو اور ہمارے محترم مذہبی رفارمر سر سید علیہ الغفران نے بھی لکھا ہے کہ امام فخرالدین رازی مولف تفسیر کبیر نے بھی یہی تسلیم کیا ہے جو اپنے زمانہ کے مسلمانوں میں بہت بڑے محقق اور فلسفی عالم گزرے ہیں اور اب بھی دنیا کے مسلمان اُن کو ایک مقدس مذہبی رہنما سمجھتے ہیں - اس آیت سے یہہ سمجھنا کہ مسلمانوں کو کفار سے دوسری قسم کی بھی دوستی کی یعنی سواے مذہبی اور روحانی معاملات کے دیگر امور دنیوی میں بھی محبت کرنے کی ممانعت کی گئی ہے نہ صرف سخت غلطی ہے ، بلکہ خلاف احکامات قرآنی بھی ہے - دوسری قسم کی دوستی یعنی امور دنیوی میں محبت اس کی سب سے بڑھکر وہ قسم ہے جس کو اصطلاح میں " ہم پیالہ و ہم نوالہ " کہتے ہیں - ایسی ہی زیادہ دنیوی محبت کی سچی اور خوبصورت اور سب سے زیادہ صاف اور مضبوط خلوص کی تصویر خاوند اور جورو کی محبت ہے - ظاہر ہے کہ اس محبت سے زیادہ دلچسپ اور کوئی

محبت اس جہان میں نہیں ہی – ہمارے پاک قرآن نے مسلمانوں کو مذکورہ بالا دونوں قسم کی محبت کی یہود اور نصاریٰ سے صریح الفاظ میں اجازت دی ہی ' چنانچہ چھٹے سپارہ لایحب اللہ میں سورہ مائدہ کے پہلے رکوع کی آخری آیت کے الفاظ یہہ ہیں " الیوم حل لکم الطیبات و طعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم و طعامکم حل لہم والمحصنات من المومنات والمحصنات من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم" آج تم کو حلال کردی گئیں پاک چیزیں اور کھانا اہل کتاب کا تم کو اور تمہارا کھانا اُن کو حلال کیا گیا ' اور پاک مسلمان عورتیں اور عورتیں اُن لوگوں سے جو تم سے پہلے صاحب کتاب ہیں – کیا اس سے زیادہ صاف اور صریح دوستی کی مسلمانوں کو اجازت ہوسکتی ہی – پھر ہر ایک جگہ مخصوص عیسائیوں کے ساتھہ دوستی رکھنے کے واسطے صاف قرآن مجید میں ایک آیت موجود ہی جہاں کہا گیا ہی " ولتجدن اقربہم مودۃ للذین آمنوا الذین قالوا انا نصری ذالک بان منہم قسیسین و رہبانا و انہم لا یستکبرون" یعنی اور البتہ محبت کے واسطے قریب تر پاوےگا تو مسلمانوں کے اُن لوگوں کو جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں یہہ اس لئے کہ اُن میں قسیس اور رہبان ہیں اور وہ نہیں تکبر کرتے (سورہ مائدہ رکوع ۱۱) – بلا شبہ یہہ مراعات مخصوص اہل کتاب کے ساتھہ ہیں ' لیکن ایسے غیر مذہب والوں سے جن سے اور مسلمانوں سے کچھہ دینی بات پر لڑائی تکرار نہ ہو ہمارے مقدس الہامی کتاب میں ہر قسم کے سلوک کی اجازت موجود ہی ' دیکھو ۲۸ سپارہ قد سمع اللہ سورہ ممتحنہ رکوع دوم جہاں مسلمانوں سے کہا گیا ہی – " لاینہٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین و لم یخرجوکم من دیارکم ان تبروہم وتقسطوا الیہم ان اللہ یحب المقسطین " – خدا تم کو نہیں روکتا اُن لوگوں سے جو تم سے نہیں لڑے اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا یہہ کہ تم اُن کے ساتھہ نیکی کرو اور اُن کے ساتھہ انصاف کرو خدا منصفوں کے ساتھہ محبت کرتا ہی — اگر تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو ابتدائی زمانہ کے مسلمانوں کا ہمیشہ اسی اصول پر عمل رہا ہی — کفار مکہ کے مظالم سے تنگ آکر حضرت سرور کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہ مسلمان مرد اور چار مسلمان عورتوں کو ملک حبش میں ہجرت کرجانے کا حکم دیا — یہہ واقعہ نبوت کے پانچویں سال سنہ ۶۷۵ ع کا ہی — یہہ چھوٹا سا مسلمانوں کا گروہ اسیر کردگی حضرت

جعفر طیار رحمۃ اللہ علیہ عیسائی مذہب کے بادشاہ نجاشی کی سلطنت
میں ابی سینیا کو چلا گیا پھر اور بھی مسلمان وہاں پہونچ گئے اور یہہ
سب جب تک اُس ملک میں رہے نہایت امن و امان سے دیگر رعایا
حبش کے ساتھہ ملے جلے رہے — بزرگان ہجرت اولاً نجاشی کا برابر
ادب اور اطاعت کرتے تھے اور دوسرے معززین ملک سے ملتے جلتے
تھے — ہر قسم کی دوستی اور محبت کا برتاؤ کرتے تھے — بادشاہ
اور رعایا سب ان نو وارد مسلمانوں سے نہایت راضی اور خوش
تھے — اسی طرح جب وہب ابو کبشہ رضی اللہ عنہ
حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے چین کو اسلامی
مشن لے کر تشریف لے گئے ہیں تو اُس ملک کا بادشاہ بودھ
مذہب کا پیرو تھا — حضرت ابو کبشہ رضی اللہ عنہ دو مرتبہ چین کو
گئے اور اخیر پر وہیں رہ پڑے ' اُن بزرگوار کے فیض سے بہت سے
چینی زیور اسلام سے مشرف ہوے اور تیرہ سوبرس سے زیادہ عرصہ سے
اہل اسلام کی ایک بڑی تعداد بطور رعایا کے چین کی سلطنت میں
نہایت وفادارانہ طریقہ سے بسر کر رہی ہی اور برابر ترقی کر رہی ہی
چین کے مسلمان ہمیشہ اپنے ملک کے دیگر مذاہب کے دوست
رہے ہیں اور دیگر اہل مذاہب ہمیشہ اپنے ہم وطن مسلمانوں کے مداح
اور ثنا خوان رہے ہیں — تاریخ میں اور بھی صدہا اس قسم کی
مثالیں بتائی جاسکتی ہیں ' اس سے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ آیت
" لایتخذون المومنون الکافرین اولیاء من دون المومنین " میں مسلمانوں
کو تولائی الدین کی ممانعت کی گئی ہی — اور باقی دنیوی
محبت اور خلوص کی کہیں ممانعت نہیں *

(منقول از رسالہ علی گڈہ منتہلی بابت ماہ دسمبر سنہ ۱۹۰۷ ع)

ضمیمہ نمبر ۳

ترقی کی رو

(کیا نسل انسان ترقی کر رہی ہے ؟)

یہ ایک سوال ہے، جو موجودہ زمانے کے ہر سمجھدار آدمی کے پیش نظر ہے، اور ہر غور کرنے والی طبیعت کا کچھ وقت اس میں صرف ہو جاتا ہے، اکثر طبیعتیں اس کا جواب اثبات میں دیتی ہیں یہ جواب اُن کا ایک حد تک تسلی بخش بھی ہے، جو عیش و آرام نہایت آسانی سے بیسویں صدی کے عوام الناس کو تھوڑے سے صرف میں حاصل ہیں، وہ قدیم زمانے میں شہنشاہوں کو بڑے بڑے خرچوں سے بھی میسر نہیں آتے تھے، ریل، موٹرکار، بائیسکل، اور سب سے بڑھ کر غبارے نے ہر شخص کو تخت سلیمان میسر کردیا ہے، ایک صدی پیشتر ہندوستان کے شرقی باشندوں کو اسی ملک کے غربی باشندوں اور اُن کے صوبے کے حالات سے آگاہی حاصل کرنے کے واسطے کم از کم ایک ربع سال کا انتظار کرنا پڑتا تھا، مگر اب ہم منٹوں میں کرۂ ارض کے گرد کا حال معلوم کرسکتے ہیں، ابھی رفتار ترقی میں کمی نہیں ہوئی ہے، بلکہ نت نئے اختراعات اور معلومات سے ثابت ہوتا ہے کہ ہنوز ذخیرۂ قدرت سے ہم کو بہت کم حصہ ملا ہے، متجسس اور منصف طبیعت حیرت سے قرآن پاک کی اس آیت کی دل سے تصدیق کرنے پر مجبور ہوجاتی ہے، جہاں تیرہ سو برس پیشتر فرما دیا گیا تھا " وما اوتیتم من العلم الا قلیلا " آج ایک گروہ اسٹیم سے کام لیتا ہے، کل رہی ۔ طلب ایلکٹرک پاور سے حاصل ہوتا ہے، ایک اور گروہ ایتھر سے کام لینے کی کوشش میں منہمک ہے، رونٹجن کثیف اجسام کے پار جانے والی شعاعیں دریافت کرتا ہے — ایڈیسن قوت ناطقہ اور سامعہ کو ایک بے جان آلے میں پیدا کر دیتا ہے، ملکوں میں اسٹیم سے مصنوعی آندھی پیدا کی جاتی ہے اور اس کے ذریعہ سے جرمنی کے شہروں میں ایک محلے سے دوسرے محلے میں ڈاک تقسیم کی جاتی ہے — غرض روپیہ پیدا کرنے اور انسانی کاموں

میں آسانی مہیا کرنے کے صدہا ذرایع دنیا میں بذریعہ علم دریافت
ہو رہے ہیں — کیا یہہ ہماری ترقی کے ثبوت نہیں ہیں ؟ کیا اس پر
بھی ہماری ترقی سے انکار کیا جاسکتا ہی — باوجود مذکورہ عام دلائل
کے ہمارے خیال میں ابھی اس سوال کے تصفیہ کے واسطے مزید غور
کی ضرورت ہی اور اثبات میں جواب دینا محض سرسری اور سطحی
غور کا نتیجہ ہی — کیا ہماری پیدایش کی غایت صرف یہی دنیوی
آرام ہی اور بس ؟ یہہ ایک دوسرا سوال ہی جو ایک سمجھہ دار دماغ
میں اس نتیجے تک پہنچنے کے بعد پیدا ہو تا ہی — ان سوالوں کے
تصفیہ کے واسطے ہم کو ذرا تامل سے عقلاے زمانہ کے زرین مقولوں کا
ذخیرہ ٹٹولنا چاہیئے — جہاں تم ایک وسیع سلسلہ ایسے اقوال کا پاؤگے
جن کا مطلب اور لب لباب یہہ ہوگا کہ " آیندہ کی فکر اور نتیجے پر
غور کرکے کسی کام میں ہاتھہ ڈالو اور کوئی فیصلہ کرو " جن لوگوں نے
ان اصولوں کو پیش نظر رکھکر کوئی کام یا تصفیہ کیا ہی ، وہ دنیا میں
آج معراج ترقی کی اعلیٰ سیڑھی پر پہنچ گئے ہیں — اس قاعدے کے
واجب العمل سمجھنے کے بعد جب کوئی طبیعت ایک جانب اس رفتار
ترقی اور بقای نوع انسان کی دنیا میں اس درجہ مصروفیت اور دوسری
جانب روحانی حالت کی جانب سے بےپروائی کو دیکھتی ہی تو وہ ضرور اس
نتیجے پر پہونچتی ہی کہ دنیاکی ترقی کے چمکتے ہوئے سورج کی شعاعوں نے
نوع انسان کی اعلیٰ ترین نسل کو اس قدر مسمرائزڈ کردیا ہی جس سے
یہہ بات اُن کی سمجھہ ہی میں نہیں آتی کہ یہہ سب صرف مادی ترقیاں
اور چند روزہ راحت و آرام ہیں وہ اس خیرگی میں آکر اس مقبل ترقی
میں اس درجہ منہمک ہوگئے ہیں ، گویا اُن کو اس چند روزہ دنیا میں
لازوال مدت رہنا ہی ، ان خیالات کے بعد ایک سمجھدار آدمی ضرور
اعتراف کریگا کہ اس ترقی سے نسل انسانی کو شدید ترین روحانی صدمہ
پہنچا ہی — ہم ایسے شخص کو ضرور کم عقل سمجھینگے جو قدرت کی ان
دنیوی فیاضیوں سے فائدہ حاصل کرنے سے مخلوق کو باز رکھنے کی کوشش
کرے — نہیں ہمکو اس دھن میں بھی اپنی توجہ صرف کرنی چاہیئے ، اور
ضرور حتی الامکان آرام و آسایش کے ذرایع حاصل کرنے چاہیئیں ، لیکن اے
نسل انسانی ! ہمکو صرف اتنا ہی خوف ہی کہ کہیں تم بالکل اسی
میں پھنسکر مت رہجانا ، جس سے بجاے سلامتی سے کنارہ پر پہونچ

جانے کے ڈوب جانے کا اندیشہ ھی — ھر غور کرنے والی طبیعت نسلِ انسان کی ترقی روحانی کی جانب سے اس غفلت کو نظر حسرت و افسوس سے دیکھہ رھی ھی - بنی آدم! گو تو اپنے آپ کو قوی ترین مخلوق سمجھتا ھی ' مگر جان لے کہ تیرے ھر متنفس کو کسی نہ کسی روز اس چند روزہ جہاں سے کوچ کرکے عالم روحانی میں ھمیشگی کے واسطے ضرور جانا ھوگا ' کیا تونے اپنی روح کو بارام ویکسو رھنے کی عادت ڈالی ھی ؟ کیا تیرا کوئی وقت ایسا بھی ھوا ھی ' جو تونے تمام دنیوی خیالات کو یکسو کرکے اپنے روحانی اعمال کی خرابی اور عمدگی پر خیال کیا ھو ؟ اگر ایسا نہیں ھی تو تیری حریص اور طامع روح ' جس کو نمت نئے آرام کی فکر سے کسی وقت مہلت نہیں ھوتی ' اور جو اخلاقی برائیوں اور دنیوی مکروھات سے ملوث ھوکر بالکل تاریک اور اندھی ھو رھی ھی ' جبکہ عالم روحانی میں زنگ آلود اور نابینا پہنچیگی تو خیال کرو کہ اُسکو کسقدر تکلیف ھوگی !! اور یہہ روحانی تکلیف کا غیر معین زمانہ = العظمة الله !!! - یہہ سنسنی پیدا کردینے والے خیالات ضرور اس قابل ھیں کہ موجودہ نسل انسانی کی تعلیم یافتہ جماعت کسی وقت اسپر غور کرے — ھاں یہہ ایک سرسری تشفی بخش خیال ضرور ھی کہ بس ھماری زندگی ھی نہیں ' بلکہ ھمارا وجود اور اُس کے متعلق فوائد و نقصانات بھی صرف اُسوقت تک ھیں ' جب تک ھم اس دنیا میں زندہ ھیں ' لیکن یہہ صرف سطحی اور دلخوشکن خیالات ھیں ' کیا ایسی مفیداور بکار آمد مخلوق کی ابتدا اور انتہا صرف چند سال ھی ؟ ھرگز کوئی سمجھدار اس کو قبول نہیں کریگا ' بہت سے عقلا تسلیم کرگئے اور کرتے ھیں کہ اس مادی زندگی کے بعد ضرور ھماری کوئی اور زندگی ھونے والی ھی ' بقاے روح کا مسئلہ قریبا طے شدہ ھی ' دنیا میں پیدا ھونے سے پہلے تم کیا تھے ؟ اب کیا ھو ؟ اور آیندہ کیا ھوگے ؟ یہہ ایسے عمیق سوالات ھیں ' جن پر غور کرنے سے انسان کو روحانی حالت کا کچھہ پتہ چلسکتا ھی ' کتنے ھیں جنھوں نے ان سوالات پر غور کیاھے ؟ جس زبر دست اورنہ مغلوب ھونے والی قدرت نے ھم کو ایسی حالت سے ' جس کا کچھہ یقینی علم نہیں ھی نکالکر موجود کو دیا ' اور جو زبردست قدرت روزانہ کروڑھا ھمارے ابنائے جنس کو آنکھوں کے سامنے سے معدوم کرتی رھتی ھی '

پوری احتیاط سے ادا کی جاے تو زیادہ سے زیادہ بالاوسط فی نماز پندرہ منٹ صرف ہونگے — جس کی میزان ایک دن رات میں سوا گھنٹہ ہوگیا ؛ ہم جو دنیوی ترقی کی دھن اور اس کی طیاری میں دن رات کے پورے تیئیس گھنٹے صرف کردیتے ہیں ، اگر ترقی روحانی کے واسطے اس قدر قلیل عرصہ صرف کردیا کریں تو کتنا بڑا فائدہ ہو ، جبکہ دنیوی ترقی کی تگ و دو میں ہمارا اتنا وسیع وقت صرف ہوجاتا ہے ، تو کیا یہہ صریح بے انصافی اور روح پر ظلم نہیں ہے کہ اس کی آسایش کے واسطے جو اتنے تھوڑے وقت صرف کرنے کی ہم کو ہدایت ہے ، اس میں بھی ترمیم کی خواہش کی جاے ؟ اور پورے تیئیس گھنٹے جن میں سے بڑا حصہ اخلاقی کمزوریوں میں صرف ہو جاتا ہے ، اس میں تخفیف کرنے کے واسطے قلیل جزو وقت متعلق تقویت روحانی کی جانب بھی دست درازی شروع کردی جاے ، روحانیت کیا ہے ؟ جس کا حقیر ترین قابلیت ایلکٹریسٹی اور ایتھر ہے ، جس سے دنیا میں کیا کیا فوائد حاصل کیئے جارہے ہیں ، اور حاصل ہونے کی امید ہے ، ایسے جوہر لطیف کی ترقی اور درستی میں یہہ غفلت !! کیا یہہ عقلمندی کے نشان ہیں ، اور کیا ایسے رکیک خیالات کے بعد بھی ہم یہہ کہنے کے مستحق ہیں کہ "دنیا ترقی کررہی ہے ، اور ہم بھی ترقی کی کشتی میں سوار ہیں — اے میرے پیارے ہم نسل انسانو ! تم صرف دنیوی ہی ترقی سے مگن نہ ہوجاؤ ، اور اسی پر قانع مت ہوجاؤ ، بلکہ تم کو روحانی تقویت ، سلامتی اور ترقی کے ذرایع کی جانب بھی اپنی توجہ مبذول کرنی چاہیئے ، ورنہ بعد اس مدت کے جب کہ تم عالم مادی کو چھوڑوگے تمہارا جوہر لطیف (یعنی روح) نہایت تکلیف اور اذیت میں مبتلا ہوجائے گا — خدا تمام بنی نوع انسان کو روحانی تکلیف سے بچائے — اور ہم کو نیک توفیق عطا فرمائے — "ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا و هب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب " ٭

مراد ما نصیحت بود گفتیم ٭ حوالت باخدا کردیم و رفتیم

موسیٰ خاں
دتاولی ضلع علی گڈھ
۵ مئی سنہ ۱۹۰۵ ع

(منقول از رسالہ علی گڈھ منتھلی بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۰۵ ع)

وہ ضرور ایک دن ہمکو بھی معدوم کر دیگی، خواہ کیسے ہی جتن کئے جائیں ؛ کیا ہمکو یقین کرنے کی کوئی وجہ اور ثبوت کے واسطے ہمارے پاس کوئی دلیل ہی کہ اُس زبر دست قدرت میں ایسی طاقت نہیں ہی ، جس سے ہمکو معدوم کرکے پھر موجود کردے — حالانکہ وہ ہمکو عدم سے وجود میں لاچکی ہی ، نیچرل سائنس کا قریبا یہہ متفق علیہ مسلمہ ہی کہ " کوئی شے بالکل فنا نہیں ہوسکتی — صرف ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیلی ہوتی رہتی ہی " اور یقین ہی کہ ان سے انکار کرنے کی کسی کے پاس بالکل وجوہات نہیں ہونگے پھر ہماری سمجھہ میں نہیں آتا کہ روحانی ترقی کی کوشش کی جانب سے اور اُس کے اُصولوں سے کیوں بے پروائی برتی جاتی ہی — کیا ایسے لوگ مال اندیش کے مبارک لقب کے مستحق ہوسکتے ہیں — ہمارے مقدس مذہب اسلام نے ہمکو نہایت عمدہ درمیانی اُصول بتایا ہی ، نہ تو ہمکو بالکل رہبانیت ہی کی زندگی بسر کرنے کو مجبور کیا گیا ہی ، اور نہ بالکل دین یعنی روحانیت کی جانب سے بیخبر ہوجانے کی — بلکہ جہاں ایک جانب ہمیں درستی حالت روحانی کے واسطے خاص وقتوں میں نماز روزہ فرض کیا گیا ہی ، وہیں اس خیال سے کہ کہیں ہم بالکل کاروبار دنیوی سے غافل نہ ہوجائیں ، چند خاص اوقات ایسے بھی رکھے گئے ہیں جن میں نماز روزہ † مطلق حرام کردیا گیاہی ، ایک منصف آدمی اس گہری حکمت کو غور سے دیکھنے کے بعد ضرور اسے مقدس مذہب کو نہایت حکیمانہ مذہب سمجھے گا ، قرآن مجید میں جو دعا ہم کو سکھائی گئی ہی ، اور جس کو ہم پانچوں وقت نماز میں پڑھتے ہیں ، اُس کی عربی عبارت یہہ ہی " ربنا آتنا فی الدنیا حسنة و فی الاخرة حسنة وقنا عذاب النار " — اس سے بھی معلوم ہوتا ہی کہ ہم کو دنیا اور دین یعنی مادی اور روحانی دونوں فوائد کے حصول کی کوشش کرنی چاہئے ، اور اُس میں خدا سے برکت مانگنی چاہئے روحانی حالت کی روزانہ درستی اور تازگی کے واسطے صرف پانچ وقت کی نماز فرض کی گئی ہی ، جو اگر

---

† اسلام میں ٹھیک طلوع ، غروب اور جبکہ دو پہر کو سورج ٹھیک سر پر ہو ، نماز پڑھنا حرام ہی ، ایسے ہی عیدالفطر کے روز اور عیدالضحیٰ میں نویں سے تیرہ تک روزہ رکھنا حرام ہے *